تزئین و آرائش ۔ پاکستانی پوائنٹ

12

گوریلا ہیڈ کوارٹر

ایچ اقبال

جب راجیشیا اور بلگارنیہ میں جنگ چھڑی ہوئی تھی
اور وادیٔ گلپوش پر بلگارنیہ کا قبضہ ہو چکا تھا
لیکن راجیشیا نے وہاں گوریلا جنگ چھیڑ دی تھی

گوریلا ہیڈکوارٹر

سیکرٹ ایجنٹ میجر پرمود کا ایک ہنگامہ خیز کارنامہ

ایک مکمل ناول

ایچ اقبال

دلیری ہی دلیری اور ذہانت کی علامت میجر پرمود کی ہنگامہ آرائیاں

درے سے نکل کر مزید ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد نیلے رنگ کی اس چھوٹی سی کار کو رکنا پڑا۔ آگے لکڑی کے پھاٹک سے راستہ بند تھا۔ دو مسلح بلگارنوی فوجی پھاٹک کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ دائیں جانب لکڑی کا ایک کیبن تھا۔ اس کے قریب ہی ایک فوجی موٹر سائیکل کھڑی تھی۔

کار کے رکتے ہی لکڑی کے کیبن سے ایک نوجوان نکلا۔ یہ بلگارنوی فوج کا لفٹیننٹ تھا اور غالباً کار کی آواز سن کر ہی باہر آیا تھا۔ جب وہ کار کی طرف بڑھا تو اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے کیونکہ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر ایک خوبصورت نسوانی چہرہ دیکھا تھا۔

وہ ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی کے قریب پہنچا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایک لفظ بھی کہتا کچھ کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے گئے۔ ان کاغذات سے پتا چلتا تھا کہ کار والی ایک اخبار کی رپورٹر ہے۔ اس کا نام نگار تھا۔ ایک فارم پر اس کی تصویر چسپاں تھی۔ اس کے علاوہ ان کاغذات میں جی، ایچ، کیو کا جاری کردہ اجازت نامہ بھی تھا جس کی رو سے نگار، وادیٔ گلپوش میں داخل ہو سکتی تھی لیکن یہ نگار دراصل تمثیلہ تھی۔

لفٹیننٹ نے ایک طویل سانس لے کر کاغذات واپس کر دیے اور بولا "مجھے خوشی ہے کہ میرے وطن کی عورتیں بھی اتنی نڈر ہیں۔"

"کیا واقعی میں نڈر ہوں؟" تمثیلہ دھیرے سے ہنسی۔

"اگر نہ ہوتیں تو گلپوش میں داخل ہونے کی ہمت نہ کرتیں۔ کون نہیں جانتا کہ آج کل یہ پھولوں سے لدی ہوئی خوبصورت وادی جہنم کا نمونہ بنی ہوئی ہے۔" یہ کہہ کر لفٹیننٹ نے پھاٹک پر کھڑے ہوئے فوجیوں کو اشارہ کیا کہ وہ پھاٹک کھول دیں۔

"شام قریب ہے۔" تمثیلہ بڑبڑائی اور پھر اس نے لفٹیننٹ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں رنگ نگر جانا چاہتی ہوں لیکن رات میں سفر نہیں کرنا چاہتی۔ راہ میں قیام کے لیے کون سی جگہ مناسب رہے گی؟"

"اسی راستے پر آگے جا کر ایک ڈاک بنگلا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اندھیرا پھیلنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گی۔ وہیں رات گزاری جا سکتی ہے۔"

تمثیلہ نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی، ایک بار پھر لفٹیننٹ کا شکریہ ادا کیا اور کار بڑھا دی۔

تمثیلہ نے لفٹیننٹ کو جو کاغذات دکھائے تھے وہ جعلی نہیں تھے۔ وہ حقیقتاً ایک اخبار سے وابستہ ہو چکی تھی اور اب اخبار ہی کی طرف سے وادیٔ گلپوش میں داخل ہوئی تھی تاکہ وہاں ہونے والے ہنگاموں کی تفصیلات اپنے اخبار کو بھیج سکے۔

لیکن اخبار سے تمثیلہ کی یہ وابستگی ایک ملازم کی حیثیت سے نہیں ہوئی تھی۔ اس نے جنگی خبریں مہیا کرنے کے لیے اخبار کو اپنی مفت خدمات پیش کی تھیں اس لیے اخبار کی طرف سے اسے جو کاغذات ملے تھے ان میں ظاہر بھی کر دیا گیا تھا کہ اسے اخبار کی اعزازی نمائندگی حاصل ہے۔

تمثیلہ نے یہ نمائندگی "نگار" کے نام سے حاصل کی تھی۔ اس کا پورا نام تمثیلہ نگار ہی تھا لیکن پرمود نام کے دوسرے حصے سے لاعلم تھا۔ تمثیلہ نے اس کام کے لیے یہ نام اختیار بھی اس لیے کیا تھا کہ پرمود

کو اس بات کا علم نہ ہوسکے کہ وہ کسی اخبار سے وابستہ ہو چکی ہے۔
کار تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی ہوئی اندھیرا پھیلنے سے پہلے ڈاک بنگلے پہنچ گئی۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔
ڈاک بنگلے کا بوڑھا چوکیدار ایک مجہول سا آدمی تھا۔ اس نے تمثیلہ کا خیر مقدم کیا۔
ایک صاف ستھرے کمرے میں تمثیلہ کا بستر لگا دیا گیا۔
رات ہوتے ہی سردی میں بڑی تیزی سے اضافہ ہونے لگا تھا اس لیے چوکیدار آتشدان سلگانے لگا۔ تمثیلہ بستر پر نیم دراز اس کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر اس راجیشیائی بوڑھے کو پتا لگ جائے کہ وہ بلگارنوی ہے تو کیا ہوگا؟ شاید وہ اس کی اطلاع گوریلوں کو دے دے۔ اس لیے لازم ہے کہ اس سے اپنے بلگارنوی تعلقات کو چھپایا جائے۔
آج سے بارہ دن پہلے وادیٔ گلپوش راجیشیا کا ایک علاقہ تھا لیکن اب اس پر بلگارنوی فوجیں قبضہ کیے ہوئے تھیں۔
وادیٔ گلپوش فتح ہوئے تیسرا ہی دن تھا کہ راجیشیا نے اپنی چھاپا مار فوج کے دستے گلپوش میں اتار دیے۔ اس طرح راجیشیا نے وادی میں گوریلا جنگ کا آغاز کیا۔ قرائن سے پتا چلتا تھا کہ وادی کے رہنے والے بھی کافی تعداد میں گوریلوں سے مل گئے تھے۔ بہت سے ایسے بھی تھے جو گوریلا جنگ میں باقاعدہ شریک نہیں ہوئے تھے لیکن درپردہ گوریلوں کی کچھ نہ کچھ مدد کر رہے تھے۔
وادی میں متعین بلگارنوی فوج کو سختی سے حکم تھا کہ صرف گوریلوں اور ان کے درپردہ ساتھیوں کو چن چن کر قتل کیا جائے۔ گیہوں کے ساتھ گھن ہرگز نہیں پسنا چاہیے اسی لیے گوریلا جنگ ختم کرنے کے لیے اندھا دھند اقدامات سے گریز کیا جا رہا تھا۔ تمثیلہ ان تمام باتوں سے باخبر تھی اس لیے اسے محتاط رہنا ہی چاہیے تھا۔
آتشدان میں آگ جلانے کے بعد تمثیلہ کے کہنے پر بوڑھا اس کے لیے کھانا لے آیا، پھر کافی بنانے چلا گیا۔
بوڑھا کافی پھرتیلا ثابت ہوا۔ تمثیلہ نے کھانا ختم کیا ہی تھا کہ وہ کافی بنا لایا۔
تمثیلہ نے پیالی میں کافی بناتے ہوئے بوڑھے سے اس قسم کی باتیں چھیڑ دیں جن کا مقصد بوڑھے کو اس بات کا یقین دلانا تھا کہ وہ زرگری کے ایک بڑے زمیندار کی لڑکی ہے اور اپنے ماموں کے گھر رنگ پور جا رہی تھی کہ راستہ بھٹک کر اس طرف نکل آئی۔ راہ بھٹکنے کا یقین اس وقت ہوا جب وہ ڈاک بنگلے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ یہاں سے وہ صحیح راستہ اختیار کر سکتی تھی لیکن اندھیرا پھیلتے دیکھ کر اس نے مناسب یہی سمجھا کہ ڈاک بنگلے میں رات گزار دے اور دن کی روشنی میں دوبارہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو۔
یہ گڑھی ہوئی کہانی سنانے کے بعد تمثیلہ نے اس قسم کی باتیں شروع کیں جیسے وہ بلگارنیہ سے شدید نفرت کرتی ہو اور وادی میں بلگارنوی فوجوں کو دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹتے ہوں۔
بوڑھا اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔ اس کی باتوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وہ ایک کٹر راجیشیائی تھا اور اگر اسے پتا چل جاتا کہ تمثیلہ بلگارنوی ہے تو وہ اسے کسی قسم کا نقصان پہنچانے سے ہرگز نہ چوکتا۔
یہ بڑا اچھا موقع تھا کہ تمثیلہ اس بوڑھے سے گوریلوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتی۔ وہ آہستہ آہستہ موضوعِ گفتگو بدلتی ہوئی اپنے مطلب تک آ گئی لیکن اس نکتے پر پہنچتے ہی بوڑھا جیسے اچانک سنبھلا۔
”نہیں بی بی جی!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا ”میں اپنے ان جوانوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہمیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ ہمارے لیے اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ہمارے یہ جوان، دشمن کو ایک نہ ایک دن یہاں سے دھکیل دیں گے۔“
”ہاں۔“ تمثیلہ نے ٹھنڈا سا سانس لے کر کہا، ”ہمیں ان لوگوں کے بارے میں کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی نہیں چاہیے۔“
تمثیلہ کافی پی چکی تھی۔ بوڑھا برتن سمیٹنے لگا۔ اسی وقت دور کہیں پے در پے کئی دھماکے ہوئے، گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں اور پھر فوراً ہی سناٹا چھا گیا۔ تمثیلہ چونک پڑی۔
”کیا آپ اب تک ان دھماکوں کی عادی نہیں ہوسکیں؟“ بوڑھا حیرت سے بولا۔
تمثیلہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کے مساموں سے پسینہ پھوٹ پڑا ہو۔ کیسی زبردست غلطی ہوئی تھی اس سے! وادیٔ گلپوش کی رہنے والی ہونے کی وجہ سے اس کو ان باتوں کا عادی ہونا چاہیے تھا۔ یہاں کا رہنے والا کوئی بھی فرد ان دھماکوں پر چونکتا نہ ہوگا۔
”آں... ہاں... ٹھیک ہے۔“ تمثیلہ نے جلدی سے کہا۔ ”میں ابھی ان باتوں کی عادی نہیں ہوسکی ہوں۔ جب سے جنگ چھڑی ہے، میں راج کنڈ میں تھی۔ ابھی دو تین ہی دن ہوئے میں

یہاں آئی ہوں۔"

بوڑھے کو اس جواب پر یقین آیا ہو یا نہ آیا ہو لیکن بہرحال پھر اس نے کچھ کہا نہیں۔ اس نے سر ہلا کر خاموشی سے برتن اٹھائے اور کمرے سے چلا گیا۔

اس کے جاتے ہی اچانک تمثیلہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کا دل دھڑکی آواز کے ساتھ پسلیوں سے ٹکرا کر انھیں توڑتا ہوا باہر آگرے گا۔ وہ جلدی میں بوڑھے کو انتہائی مہمل جواب دے بیٹھی تھی۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہ تھا کہ وہ دو تین دن ہوئے گلپوش آئی ہو۔ گلپوش پر بلگارنوی قبضے کو بارہ دن گزر چکے تھے اور یہ ممکن نہ تھا کہ اس دوران میں کوئی شخص راجیشیا کے کسی شہر سے وادی میں آسکا ہو۔ گلپوش پہلے راجیشیا کا علاقہ سہی لیکن بارہ دن سے وہ بلگارنیہ کے قبضے میں تھا اس لیے کوئی بھی راجیشیائی دوسرے علاقے سے وہاں نہیں آسکتا تھا۔

تمثیلہ کا سانس تیزی سے چلنے لگا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب اس کا محفوظ رہنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ بوڑھا چوکیدار اس کے مہمل جواب پر غور نہ کرے۔ وہ ایک جاہل آدمی تھا اس لیے ممکن تھا کہ اس کی نظر تمثیلہ کے جواب کے مہمل نکتے تک نہ پہنچی لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔

تمثیلہ نے خوش فہمی میں مبتلا رہنا مناسب نہیں سمجھا اور سوچنے لگی کہ اگر بوڑھے نے اس کے مہمل جواب پر غور کر لیا تو پھر کیا کرے گا؟ شاید گوریلوں کو اس کی اطلاع دے دے۔ خود اس کا جسم تو اتنا جاندار نہیں تھا کہ وہ اسے کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کر سکتا۔

***

گوریلوں کی تعداد چودہ تھی اور میجر پرمود اکیلا ان کے درمیان میں گھر گیا تھا۔ چاروں طرف سے گولیاں برسائی جارہی تھیں لیکن ابھی تک تو وہ محفوظ ہی تھا۔ دراصل گوریلوں کو اس کی صحیح پوزیشن نہیں معلوم تھی، وہ بس ایک دائرے میں گولیاں برسا رہے تھے۔

پرمود نے جواب میں ایک گولی بھی نہیں چلائی تھی۔ وہ گولی چلائے بغیر ہی ان لوگوں کے نرغے سے نکل جانے کی فکر میں تھا۔ گولی چلانے سے دشمن کو اس کی صحیح پوزیشن معلوم ہو جاتی۔ دوسرے یہ کہ اسے گولی چلانے میں کوئی فائدہ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس کے پاس صرف چودہ راؤنڈ تھے۔ مقابلے پر گوریلے بھی چودہ تھے لیکن اس قسم کے مقابلے میں چودہ راؤنڈ کوئی اہمیت نہیں رکھتے جب

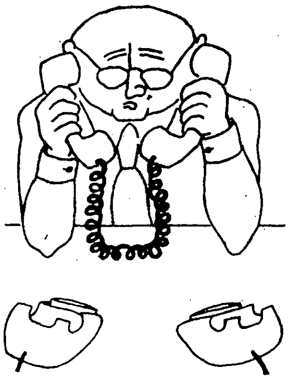

دشمن کی پوزیشن محفوظ ہو۔

یہ معرکہ ایک پہاڑی پر ہو رہا تھا جس کی ڈھلانیں خودرو گھاس اور جھاڑیوں سے اٹی ہوئی تھیں۔ پرمود ان جھاڑیوں سے اب تک دور ہی دور تھا۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ دشمن کی زیادہ تر گولیاں جھاڑیوں ہی پر برس رہی تھیں۔ شاید ان لوگوں کے خیال کے مطابق پرمود نے خود کو کسی جھاڑی میں چھپا رکھا تھا۔

پرمود اوندھا لیٹا آہستہ آہستہ ایک طرف سرک رہا تھا۔ اس کے پاس دو گرینڈ بھی تھے مگر اس نے انھیں بھی استعمال نہیں کیا تھا۔ اس کی دانست میں ان کا استعمال بھی بیکار ہی ثابت ہوتا۔ دشمن منتشر پوزیشن میں تھا۔ ایسی صورت میں ایک گرینڈ زیادہ سے زیادہ دو گوریلوں کو ہلاک کرتا۔ پرمود کا خیال تھا کہ گرینڈ کا یہ استعمال گھاٹے کا سودا ہوتا اسی لیے وہ اپنے ان دونوں دستی بموں کو ایسے وقت کے لیے بچا رکھنا چاہتا تھا، جب ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکتا۔

وہ بس آہستہ آہستہ ایک طرف سرکتا رہا۔ اس نے دشمن کی پوزیشن تاڑلی تھی اور اب وہ جس طرف بڑھ رہا تھا وہاں دو گوریلوں کے درمیان خلا تھا۔

گولیاں بدستور چل رہی تھیں۔ جب پرمود ان کے نرغے سے نکل گیا تو اچانک انھیں عقل آئی۔ انھوں نے فائرنگ بند کر دی۔ پرمود نے جو اُن سے کچھ ہی فاصلے پر تھا ایک آواز سنی: "وہ ختم ہوگیا ہوگا، اتنی شدید فائرنگ سے بچ نہیں سکتا۔"

"لیکن اگر اس کے گولی لگتی تو اس کی چیخ سنائی دیتی۔"

"ضروری نہیں ہے۔" پہلی آواز آئی۔

"ہم سے اب تک حماقت ہی ہوتی رہی ہے۔" ایک اور آواز

سنائی دی۔ "ہمیں بڑھ کر اسے پکڑنے کی کوشش کرنا چاہیے تھی۔"

"تاکہ وہ ہمیں آسانی سے نشانہ بنا سکتا۔"

"اس کے پاس ریوالور نہیں ہوگا۔ اگر ہوتا تو اس نے ایک آدھ گولی تو چلائی ہوتی۔"

"بات تو واقعی معقول ہے۔ وہ خالی ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔"

"بس تو پھر اب ہمیں بڑھنا چاہیے۔"

یہ پرمود کے لیے سنہری موقع تھا۔ جتنی دیر وہ گوریلے یہاں الجھے رہتے اتنی دیر میں وہ ان سے بہت دور نکل کر محفوظ ہو جاتا لیکن ایسا کرنا اس کی فطرت کے خلاف ہوتا۔ خطرات سے کھیل کر ہی اسے لذت حاصل ہوتی تھی۔

گوریلوں میں سے کئی نے ٹارچیں جلالی تھیں اور ان کی روشنی میں پرمود کو تلاش کیا جا رہا تھا۔ پرمود ایک ٹیکرے کی اوٹ سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت کا منتظر تھا جب سب یکجا ہو جاتے۔

ذرا ہی دیر میں گوریلوں کو پتا چل گیا کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

"ہماری پناہ گاہ اس کی نظر میں آ چکی ہے اس لیے اب ہم یہاں محفوظ نہیں رہ سکتے۔" ایک آواز آئی۔ "جتنی جلدی ممکن ہو ہمیں اپنی پناہ گاہ چھوڑ دینا چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن فوری طور پر ہم کوئی نئی پناہ گاہ تلاش نہیں کر سکتے اس لیے فی الحال ہمیں نمبر دس کا رخ کرنا چاہیے۔"

"ٹرانسمیٹر ساتھ ہی لے جانا ضروری ہے۔"

"بالکل! وہ ہم لے جائیں گے۔"

"تم لوگ خود کو بھی نہیں لے جا سکتے دوستو!" اچانک پرمود نے بلند آواز میں کہا۔

وہ لوگ اچھل پڑے۔

"اوہ! پکڑو اسے!" ایک آدمی چیخا۔

دوسرے ہی ثانیے وہ سب اس کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ چونکہ ان کی دانست میں پرمود غیر مسلح تھا اس لیے انھوں نے اپنی حفاظت کے خیال سے آڑ لے کر بڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ بے تحاشا اس کی طرف بڑھے تھے۔

پرمود نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جس میں بلا کی سفاکی تھی۔ پھر اس نے بڑی پھرتی سے ایک گرینڈ کا سیفٹی پن نکال کر ان لوگوں کی طرف اچھال دیا۔ دستی بم کو فضا سے اپنی طرف آتے دیکھ کر ان میں سے کئی ایک کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ کچھ چیخیں ایسی بھی تھیں جو دھماکے میں دب گئیں۔ اسی وقت پرمود نے دوسرا بم بھی ان لوگوں کی طرف پھینک مارا تھا اور خود پھرتی سے پوری طرح ٹیکرے کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

دوسرا دھماکا سنائی دیا اور پرمود کے ہونٹوں پر نظر آنے والی مسکراہٹ کی زہریلی سی لکیر سے اطمینان جھلکنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید دو چار ہی گوریلے بچ سکے ہوں گے کیونکہ وہ کلوز فارمیشن میں بڑھے تھے۔ جو بچے ہوں گے ان کی حالت بھی اچھی نہیں ہونا چاہیے تھی۔ پرمود کا یہ خیال ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ جب اس نے ٹیکرے کی اوٹ سے نکل کر جانچ پڑتال کی تو پتا چلا کہ بیشتر گوریلوں کے جسم کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ پانچ زخمی تھے۔ ان میں سے تین کی حالت ایسی تھی کہ وہ ہرگز جانبر نہ ہو سکتے۔ باقی دو ٹھیک ہو سکتے تھے لیکن پرمود نے ان پانچوں کے جسم میں ایک ایک گولی اتار دی۔

پرمود نے چاروں طرف بکھری ہوئی لاشوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور پھر ایک طرف چل پڑا۔ وہ ان گوریلوں کی پناہ گاہ کی طرف بڑھ رہا تھا جو قریب ہی تھی۔

پرمود کو گلپوش آئے ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ اس ایک ہفتے میں اس نے ان گوریلوں کے کئی ٹھکانے معلوم کر لیے تھے اور ان لوگوں کی نگرانی کر رہا تھا۔ وہ جس مشن پر گلپوش آیا تھا، اس کی تکمیل کی ایک راہ یہ بھی تھی کہ گوریلوں کی نگرانی کی جائے اور چھپ کر ان کی باتیں سنی جائیں۔ اسی طرح ایک ایسی بات معلوم ہونے کا امکان تھا جو معلوم ہوئے بغیر پرمود کے مشن کی کامیابی ممکن نہیں تھی۔

آج بھی پرمود ان گوریلوں کی پناہ گاہ کے باہر چھپا ہوا ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا کہ اچانک خطرہ اس کے سر پر آ گیا۔ وہ ان لوگوں کی باتیں سننے میں اتنا محو ہو گیا تھا کہ اسے خیال ہی نہ رہ سکا کہ کب ایک گوریلا اس کے قریب سے گزر کر پناہ گاہ میں داخل ہونے لگا۔ اس وقت گوریلے کی نظر بھی اس پر پڑ گئی اور وہ چونک کر بولا۔ "کون ہے؟"

پرمود چونکا اور پھر اس نے فوراً ہی نیچے چھلانگ لگا دی۔ گوریلے نے اس پر فائر کیا لیکن وہ بال بال بچا۔ پھر دوسرے گوریلے بھی باہر آ گئے اور پرمود ایک مقام پر ان کے نرغے میں آ گیا۔ پھر شاید یہ اس کی قوتِ ارادی تھی جس نے اسے موت کے جبڑوں سے نکال کر زندگی کی گود میں دھکیل دیا تھا اور پھر وہ سب گوریلے اسی کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے تھے۔

آج گوریلوں کی گفتگو سے پرمود کو ایک ایسی بات معلوم ہوئی تھی کہ اس نے سوچا تھا اب اسی راہ پر کام شروع کرے گا لیکن پھر گوریلوں کے نرغے سے نکل آنے کے بعد جب اس نے ان کی گفتگو سنی تو اس سے ظاہر ہوا کہ ان لوگوں کی پناہ گاہ میں ٹرانسمیٹر بھی ہے۔ اس وقت سے پہلے پرمود کو اس ٹرانسمیٹر کا علم نہیں تھا لہٰذا اب اس کی اسکیم یہ تھی کہ ممکن ہو تو اس ٹرانسمیٹر سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

وہ گوریلوں کی پناہ گاہ تک پہنچ گیا۔ یہ ایک غار تھا جہاں خورد و نوش کا اتنا ذخیرہ تھا کہ وہ گوریلے چار دن اطمینان سے گزار سکتے تھے۔

پرمود نے وہاں کی تلاشی لینا شروع کی اور جلد ہی وہ ٹرانسمیٹر اسے مل گیا۔ یہ راجیشیائی ساخت کا ٹرانسمیٹر تھا۔ غالباً یہ ٹرانسمیٹر وہ چھاپا مار اپنے ساتھ ہی لائے ہوں گے جنھیں راجیشیائی حکومت کے احکام پر وادی میں اترنا پڑا تھا۔

ایک ہفتے کی تگ و دو سے پرمود نے ان لوگوں کے طریقۂ کار کا اچٹتا ہوا سا خاکہ سمجھ لیا تھا۔ یہ لوگ وادی میں ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ وہ کبھی بھی زیادہ تعداد میں ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی اَن گنت پناہ گاہیں تھیں۔ ایک پناہ گاہ میں زیادہ سے زیادہ پندرہ گوریلے جمع ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بلگارلوی فوجیں ان پر کوئی آخری اور بھرپور ضرب لگانے میں ناکام تھیں۔

پرمود کو یہ اندازہ بھی ہوا تھا کہ ان گوریلوں کو کسی خاص مرکز سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس جگہ کو وہ لوگ ہیڈ کوارٹر کہتے تھے نگران کو خود بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہیڈ کوارٹر کس جگہ ہے البتہ گوریلوں کو شبہ ضرور تھا کہ ان کا ہیڈ کوارٹر، رنگ نگر میں کسی جگہ ہے۔

پرمود کو ان لوگوں کے اس شبہے کا علم چودہ گوریلوں کی آج کی باتوں سے ہوا تھا۔ اب اگر وہ اس ٹرانسمیٹر والی بات میں الجھ کر نہ رہ جاتا تو اس کی تفتیش رنگ نگر ہی سے شروع ہوتی۔

ٹرانسمیٹر کے سامنے بیٹھ کر پرمود نے سگریٹ جلائی اور حسبِ عادت پہلے کش کا دھواں حلق سے اتارے بغیر غار کی نیم روشن فضا میں منتشر کر دیا۔ وہاں صرف ایک کیروسین لیمپ جل رہا تھا جس کی روشنی اس وسیع و عریض غار کے لیے ناکافی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ منٹ گھنٹوں میں تبدیل ہو گئے۔ اب پرمود بے چینی سے غار میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے کئی سگریٹ پھونک ڈالیں وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد غار سے نکل کر ارد گرد کے ماحول کا جائزہ بھی لے لیتا تھا۔ اس نے اس پناہ گاہ کے تمام گوریلے ٹھکانے لگا دیے تھے لیکن یہ خطرہ بھی تو تھا کہ کسی اور پناہ گاہ کے گوریلے کسی وجہ سے ادھر آ نکلتے اور وہ ایک بار پھر دشمن کے گھیرے میں آ جاتا۔

غار میں آئے تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ پرمود کی آنکھوں میں ہلکی سی جلن ہونے لگی۔ نیند کا دباؤ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

دفعتہً ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور پرمود بیتابانہ اس کی طرف لپکا۔

سوئچ آن کرنے پر ایک کرخت آواز سنائی دی۔ ”ہیلو نمبر سات کمانڈر کالنگ فرام ایچ، کیو۔“

”نمبر سات .... اوور۔“ پرمود نے لہجہ بدل کر کہا۔

”سیاہ رات .... اوور۔“

پرمود چکرا گیا۔ دوسری طرف سے صرف ”سیاہ رات“ کہنا کوئی بامعنی بات نہیں تھی۔ تو پھر یہی ہو سکتا تھا کہ وہ شناختی الفاظ ہوں لیکن پرمود کے فرشتے بھی نہیں جانتے تھے کہ جواب میں کیا کہا جاتا ہوگا۔

”سیاہ رات .... اوور۔“ پرمود ان الفاظ کو دہرانے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔

دوسری طرف سے مدّھم اور تحیّر زدہ سی آواز آئی اور پھر اچانک رابطہ منقطع ہو گیا۔

”ہیلو... ہیلو!“ پرمود نے کہا لیکن دوسری طرف سے سوئچ آف ہو چکا تھا۔

پرمود نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ ”سیاہ رات“ کے جواب میں کچھ اور کہا جاتا ہوگا۔ پرمود نے چونکہ اسی کی تکرار کر دی تھی اس لیے دوسری طرف سے بولنے والا سمجھ گیا کہ وہ غلط آدمی سے مخاطب ہے اسی لیے دوسری طرف سے سوئچ آف کر دیا گیا۔ گویا پرمود نے جو چند گھنٹے اس غار میں گزارے تھے وہ ضائع ہو چکے تھے۔

ڈاک بنگلے کا بوڑھا چوکیدار جس آدمی سے مخاطب تھا اس کے شانے سے رائفل لٹکی ہوئی تھی۔

"تمھیں یقین ہے کہ وہ عورت بلگار لوی ہے؟" رائفل والے نے دوسری مرتبہ استفسار کیا۔
"میں اپنے شبہے کی وجوہ ظاہر کر چکا ہوں"، چوکیدار نے کہا۔ "ان کی روشنی میں تم خود کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ مجھے اس نے یقین دلانا چاہا تھا کہ گلپوکش ہی کی رہنے والی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ کہیں باہر سے آئی ہے۔"
رائفل والے نے کچھ نہیں کہا۔ وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ ذرا دیر بعد سر ہلاتا ہوا بولا "اچھا تم چلو۔ ہم ابھی وہاں پہنچتے ہیں۔"
"لیکن اسے ڈاک بنگلے ہی میں قتل مت کرنا۔"
"بے فکر رہو۔ تمھاری پوزیشن کو صاف رکھا جائے گا۔ ہم اسے وہاں سے اغوا کر لائیں گے۔ تم جاؤ اور ہمارا انتظار کرو۔"
اس گفتگو کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کی مخالف سمت میں چل پڑے۔ رائفل والے کی رفتار بہت تیز تھی۔ تین چار ہی منٹ کے بعد وہ ایک غار میں داخل ہوا۔ یہاں چار آدمی موجود تھے جن میں سے ایک جاگ رہا تھا اور تین سو رہے تھے۔ رائفل والے نے انھیں جگایا اور ڈاک بنگلے کے چوکیدار سے ملنے والی اطلاع کے بارے میں بتایا۔ ان کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ راجیشیائی گوریلے تھے۔ جلد ہی وہ چاروں گوریلے رائفل بردار گوریلے کی اس بات سے متفق ہو گئے کہ اس عورت کو اغوا کر لینا چاہیے۔ جلدی جلدی تیاری کی گئی۔ رائفلیں شانوں سے لٹکا کر وہ غار سے روانہ ہو گئے۔ ایک گوریلے کو غار ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے دس منٹ میں ڈاک بنگلے کے قریب پہنچ گئے۔ اب انھوں نے رائفلیں ہاتھ میں لے لی تھیں۔ ڈاک بنگلے کے سامنے کھڑی ہوئی کار کے قریب پہنچ کر وہ چاروں گوریلے چند سیکنڈ کے لیے رُکے، ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور پھر چلنے لگے۔
ڈاک بنگلے کے دروازے پر چوکیدار ان کا منتظر تھا۔ ایک گوریلے نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر اشاروں ہی میں پوچھا کہ "وہ" کہاں ہے۔
چوکیدار انھیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا ڈاک بنگلے میں داخل ہوا اور وہ پانچوں بلی کی طرح بے آواز قدموں سے چلتے ہوئے ایک کمرے کے دروازے پر جا رُکے۔ چوکیدار نے اشارے سے بتایا کہ وہ عورت اسی کمرے میں ہے۔
گوریلوں نے چوکیدار کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب ایک گوریلا دروازے سے کان لگائے اندر کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اسے کچھ بھی نہ سنائی دیا تو اس نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر آہستگی سے دباؤ ڈالا۔ دروازہ دوسری طرف کھلتا چلا گیا اور پھر پورا کھل گیا۔ چاروں گوریلے تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے لیکن پھر انھیں ایک جھٹکے سے رک جانا پڑا۔ کمرہ خالی پڑا تھا۔ وہاں کسی قسم کا سامان بھی دکھائی نہیں دیا۔ آتشدان کی آگ بھی ٹھنڈی پڑ چکی تھی۔
"ارے!" بوڑھے چوکیدار کی آواز سن کر وہ چاروں تیزی سے مڑے۔ چوکیدار کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا۔
"کہاں ہے وہ؟" ایک گوریلے نے خشک لہجے میں کہا۔
"میں نے جھوٹ نہیں بولا تھا"، چوکیدار نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم سمجھتے ہو کہ باہر کھڑی ہوئی کار میری ہے!"
ٹھیک اسی وقت باہر سے ایسی آواز آئی جیسے انجن اسٹارٹ کیا گیا ہو۔
"وہ گئی"، ایک گوریلے کے منہ سے نکلا۔
پھر وہ چاروں بوڑھے چوکیدار کو دروازے سے الگ ہٹاتے ہوئے تیزی سے باہر لپکے۔
کار کی آواز تیزی سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی اور جب وہ چاروں باہر پہنچے تو وہ آواز سناٹے میں ڈوب چکی تھی۔ کار کا کہیں پتا نہ تھا۔
"چوٹ ہو گئی"، ایک گوریلا ہاتھ ملتا ہوا بولا۔
"بہت چالاک تھی کمبخت"، دوسرے نے کہا۔
"وہ کوئی جاسوسہ نہ ہو!"، تیسرے نے کہا۔
اور پھر چوتھے نے فیصلہ کیا کہ اب انھیں جلد از جلد ڈاک بنگلے سے دور ہو جانا چاہیے کیونکہ عین ممکن ہے اس عورت کے اشارے پر کوئی فوجی دستہ وہاں چڑھ دوڑے۔
اتنے میں بوڑھا چوکیدار بھی بنگلے سے نکل آیا تھا۔ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "لیکن اب میرا کیا ہوگا؟ وہ لوگ مجھے ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
"وہ عورت تمھاری ہی کسی غلطی کی وجہ سے ہوشیار ہو گئی ہوگی"، گوریلے نے غصیلی آواز میں کہا اور تیزی سے ریوالور نکال کر گولی چلا دی۔
بوڑھے کے منہ سے کراہ نکلی اور وہ سینے پر ہاتھ رکھتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔

"آؤ!" بوڑھے کے قاتل نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور وہ چاروں تیزی سے روانہ ہو گئے۔

وہ اپنی کمین گاہ میں واپس پہنچ گئے۔

"کیوں! غار میں موجود گوریلے نے حیرت سے کہا "تم لوگ خالی ہاتھ آئے ہو؟"

جواب میں اسے ساری کہانی سنائی گئی۔

"قسمت ہی خراب ہے" اس نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ "میں تو سوچ رہا تھا کہ چلو اس سردی میں.... اوہ!" وہ خاموش ہو کر کچھ سننے لگا۔

ان چاروں گوریلوں کی توجہ بھی اس سیٹی کی طرف مبذول ہو گئی جو غار کے باہر سے سنائی دی تھی۔

"سگنل" ایک گوریلا بولا "کوئی آ رہا ہے"

یہی بات درست تھی۔ قدموں کی آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں اور پھر جو آدمی غار میں داخل ہوا وہ حلیے سے گوریلا ہی معلوم ہوتا تھا وہ غار کے دہانے ہی پر رک کر ان پانچوں کی طرف دیکھنے لگا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پانچوں اس کے لیے اجنبی ہوں۔ ان پانچوں کے انداز سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ نووارد گوریلا ان کے لیے اجنبی ہے۔

"سیاہ رات!" اجنبی گوریلا آہستہ سے بولا۔

"صبح کی تلاش!" ان پانچوں نے بیک وقت کہا۔

"میں نمبر چھ کا آدمی ہوں" اجنبی گوریلے نے کہا "ایک پیغام لے کر گیارہ نمبر کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں کچھ لاشیں پڑی ہوئی ملیں۔ ان میں سے کچھ کو میں جانتا ہوں۔ وہ نمبر سات سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نمبر سات کی طرف گیا اور چھپ کر کچھ دیر وہاں کی نگرانی کی۔ وہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ تم لوگ قریب تھے اس لیے میں یہاں چلا آیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ وہاں چلو"

"تم خود کچھ نہیں کر سکے جبکہ وہ اکیلا ہی ہے"

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ وہ اکیلا ہی ہے۔ میں نے تو یہ کہا تھا کہ میں نے وہاں ایک آدمی کو دیکھا ہے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ اور ساتھی وہاں چھپے ہوئے ہوں" اجنبی گوریلے نے کہا۔

پانچوں گوریلوں کے چہروں سے تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔

پھر ان میں سے ایک بولا "تو پھر ہو سکتا ہے دشمن کی تعداد ہم سے بھی زیادہ ہو اس لیے ہمیں نمبر گیارہ کی مدد بھی لے لینا چاہیے"

استاد کا استاد

امریکی مزاحیہ اداکار باب ہوپ نے اپنے دوستوں کو ایک شاندار پارٹی دی جس میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ ایک نوجوان بغیر بلائے بن ٹھن کر پارٹی میں پہنچ گیا۔ جب تقریب ختم ہوئی اور لوگ رخصت ہونے لگے تو باب ہوپ نے اس کے پاس آ کر پوچھا "کہیے جناب! پارٹی کیسی رہی؟"

"بے حد شاندار" نوجوان نے اپنی چالاکی پر دل میں پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔

"براہ کرم اپنا نام اور پتا دے جائیے تاکہ آئندہ آپ کو بھی دعوت نامہ بھیج دوں" باب ہوپ نے کہا اور نوجوان پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

ابو ضیاء اقبال

"اس میں بہت زیادہ وقت لگ جائے گا۔ میرے ذہن میں ایک ایسی تدبیر ہے کہ تم میں سے صرف دو بھی میرے ساتھ چلیں تو کام بن جائے گا"

"تدبیر کیا ہے؟"

"ہم میں سے ایک کو بے دھڑک ہو کر غار میں داخل ہوتا ہو گا اور...."

"اور اگر بے دریغ گولی مار دی گئی تو؟" ایک گوریلا بول پڑا "وہاں فوج ہی کا کوئی دستہ ہو گا"

"میں یہ خطرہ مول لینے کے لیے تیار ہوں" اجنبی گوریلے نے خشک لہجے میں کہا "میں غار میں داخل ہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ مجھے فوراً گولی مارنے کی بجائے گرفتار کرنا پسند کریں گے۔ میں گرفتار کر لیا جاؤں گا۔ اس وقت وہ سبھی سامنے آ جائیں گے۔ پھر یہ تم لوگوں کا کام ہو گا کہ ان سب کو بیک وقت بھون کر رکھ دو۔ تم لوگوں کے ساتھ ٹامی گنیں ہونا چاہئیں"

میجر بہمود نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کرتے ہوئے سوچا کہ اسے جلد از جلد یہ غار چھوڑ دینا چاہیے۔ گوریلوں کا ہیڈ کوارٹر اس بات سے آگاہ ہو چکا تھا کہ اس کے آدمیوں کی یہ پناہ گاہ اس کے دشمن کے ہاتھ میں پہنچ گئی ہے۔ گوریلا ہیڈ کوارٹر شاید "دشمن" کی بجائے "دشمنوں" کے امکان پر غور کر رہا ہو گا۔ ان کی دانست میں تو پناہ گاہ پر قبضہ کرنے والا کوئی بلگارنوی فوجی دستہ ہو سکتا تھا۔ اس امکان پر غور کرنے کے بعد وہ لوگ صبر کر کے بیٹھ بھی سکتے تھے اور یہ بھی ممکن تھا کہ صبر کر لینے کے

بجائے گوریلوں کی ایک بھاری جمعیت وہاں چڑھ دوڑتی تاکہ فوجی دستے کا مقابلہ کر کے اپنے ساتھیوں کا انتقام لے سکے۔ یہ دوسری صورت پرمود کے لیے بڑی صبر آزما ہو سکتی تھی لہٰذا وہ اس ناکامی پر ایک ٹھنڈا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ باہر سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کوئی شخص مدھم سُروں میں سیٹی بجاتا بڑی لاپروائی سے چلا آرہا تھا۔

پرمود لپک کر دہانے تک پہنچا لیکن اتنی دیر میں وہ شخص بالکل قریب آچکا تھا۔ پرمود نے بڑی تیزی سے غار کی سنگین دیوار سے چپک کر خود کو چھپانے کی کوشش کی مگر آنے والے نے غار میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھ لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے شانے سے لٹکی ہوئی رائفل اتارتا پرمود نے اسے ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا۔

نووارد نے ایک ریوالور اپنے سینے کی طرف اٹھا دیکھ کر شاید اسی میں بہتری سمجھی ہو گی کہ ہاتھ اٹھا دے۔

"تت... تم... کون ہو؟" وہ ہکلایا۔

"تمھارا کیا خیال ہے؟" پرمود نے اُسے تمسخرانہ نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تمھارے جسم پر فوجی وردی بھی نہیں ہے۔" نووارد نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر غار میں نظر دوڑاتا ہوا بولا۔ "یہاں میرے ساتھی تھے، وہ کہاں ہیں؟"

پرمود کے اندازے کے مطابق یہ آدمی بھی گوریلا ہی تھا۔ پرمود نے سوچا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے کچھ معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ چند قدم بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم گوریلے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ تمھارا تعلق اس ٹولی سے نہیں جو اِس غار میں رہا کرتی تھی مجھے بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اگر تم نے میرے اس سوال کا جواب نہیں دیا تو میں تمھیں وہیں پہنچا دوں گا جہاں تمھارے ساتھیوں کو پہنچا چکا ہوں۔ وہ چودہ تھے اور میں اکیلا لیکن وہ سب جہنم واصل ہو چکے ہیں اور میں تمھارے سامنے زندہ کھڑا ہوں۔ یہ بتانے سے میرا مقصد یہ ہے کہ تم کسی چالاکی کا مظاہرہ کرنے کی کوشش میں اپنی موت کو دعوت نہ دے بیٹھنا۔ تمھاری بہتری اسی میں ہے کہ بلا چون و چرا میرے سوالوں کا جواب دیتے چلے جاؤ۔"

"لیکن اس سے پہلے تم ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا دو۔" ایک آواز سنائی دی۔

پرمود نے چونک کر دہانے کی طرف دیکھا۔ دو ٹامی گنیں غار میں جھانک رہی تھیں لیکن ٹامی گن والے پوری طرح سامنے نہیں آئے تھے۔ غالباً وہ اس وقت سامنے آتے جب پرمود ریوالور پھینک کر ہاتھ اٹھا چکا ہوتا۔ نووارد گوریلے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک استہزائیہ سی لکیر کھنچ گئی تھی۔ وہ اس وقت پرمود سے بہت کم فاصلے پر تھا اور اس نے اپنے اٹھے ہوئے ہاتھ بھی نیچے گرا دیے تھے۔

پرمود نے چشم زدن میں فیصلہ کر لیا کہ اسے برق سرعت سے جست لگا کر نووارد گوریلے کی آڑ لے لینا چاہیے۔ اس کے بعد وہ ان دونوں ٹامی گن والوں سے اچھی طرح نمٹ سکتا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے فیصلے پر عمل کرتا، پے در پے دو گولیاں چلیں۔ غار کے دہانے کی طرف سے کراہیں سنائی دیں اور پھر دونوں ٹامی گنیں لڑھکتی نظر آئیں۔

ایک ثانیے کے لیے پرمود کی توجہ ہٹی تھی کہ نووارد گوریلے نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ پرمود کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے گتھ گئے۔

بمشکل ایک منٹ بعد گوریلے کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی اور اس کا بے جان جسم پرمود کے قدموں میں پڑا تھا۔ غار کے باہر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ غالباً دونوں ہی ٹامی گن والے ٹھنڈے ہو چکے تھے مگر یہ جواب طلب بات تھی کہ انھیں ٹھنڈا کرنے والا کون تھا۔

پرمود نے لپک کر اپنا گرا ہوا ریوالور اٹھایا اور چوکنا نظر سے دہانے کی طرف دیکھنے لگا۔ غار میں ایک ڈیڑھ منٹ تک مکمل خاموشی چھائی رہی اور پھر پرمود دہانے کی طرف بڑھا۔ اس نے سوچا تھا کہ ٹامی گن والوں کو ختم کرنے والا اس کا دشمن نہیں ہو سکتا۔ غار کے دہانے پر پہنچ کر اس نے باہر جھانکا۔ اندھیرے کے باوجود ٹامی گن والوں کی لاشیں کچھ فاصلے پر پڑی دکھائی دے رہی تھیں مگر ان کے علاوہ قرب و جوار میں کسی کا وجود محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ سوچ کر پرمود نے اپنی جیب سے ٹارچ نکالی اور روشن کر کے ہاتھ غار سے باہر کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر باہر کوئی دشمن موجود ہے تو فوراً فائر کر دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اب پرمود نے ٹارچ کی روشنی لاشوں پر پھینکی اور پھر

دفعتاً اسے یوں محسوس ہوا جیسے ذہن میں کوئی بم پھٹ گیا ہو۔ ایک لاش کے قریب غالباً اسی کے خون میں انگلی ڈبو کر زمین پر لکھا گیا تھا، لیڈی بلیک!

پرمود غار سے نکل آیا اور ٹارچ کی روشنی چاروں طرف پھینکنے لگا لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

"لیڈی بلیک.... لیڈی بلیک!" پرمود نے پکارا لیکن جواب میں کوئی نہیں بولا۔

تمثیلہ کی کار رنگ نگر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ صبح ہو رہی تھی۔ رات کے واقعات ایک پُراسرار خواب کی طرح تمثیلہ کے ذہن میں چکرا رہے تھے اور وہ خوش تھی کہ ایسے معاملات سے نمٹنے کی اہلیت اس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

ایک ہفتے پہلے پرمود یہاں پہنچا تھا۔ وہ تمثیلہ کو بتا کر آیا تھا کہ وہ کس مہم پر گلپوش جا رہا ہے۔ اس کے جانے کے بعد تمثیلہ نے دو تین دن تو گزار لیے مگر پھر اسے بے چینی ہونے لگی۔ اسی بے چینی نے اسے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ گلپوش جائے اور اگر ممکن ہو تو پرمود کی مہم میں اس کی مدد کرے لیکن یہ بات اس کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی کہ پرمود سے سامنا اتنے ڈرامائی انداز میں ہوگا۔

پچھلی رات اپنی ہی ایک غلطی کی وجہ سے جب اس نے اپنی دانست میں بوڑھے چوکیدار کو اپنی طرف سے شک میں مبتلا کر دیا تھا تو یہ بھی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ خود کو حالات کے دھارے پر بہتا ہوا ہرگز نہیں چھوڑے گی۔ اس نے سوچا تھا کہ چوکیدار کی نقل و حرکت پر نظر رکھ کر اندازہ لگانا چاہیے کہ وہ اس کے لیے کس حد تک خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

جب کافی رات گزرنے کے بعد بوڑھا چوکیدار ڈاک بنگلے سے نکل کر چوروں کی طرح ایک طرف روانہ ہوا تو تمثیلہ کی پوشیدہ آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔ شاید وہ گوریلوں کو اطلاع دینے گیا ہو۔ تمثیلہ نے سوچا تھا اور پھر بڑی تیزی سے حرکت میں آگئی تھی۔ اس نے اپنا تمام سامان سمیٹا تھا اور کار میں لے جا کر رکھ دیا تھا، پھر وہ کار اسٹارٹ کرنے ہی والی تھی کہ بوڑھا چوکیدار واپس آتا دکھائی دیا تھا۔ اسے دیکھ کر تمثیلہ کار ہی میں چھپ گئی تھی۔

جس وقت وہ چاروں کار کے قریب کھڑے تھے تو تمثیلہ کا

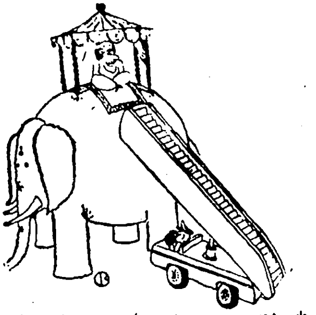

دل بڑی شدت سے دھڑک اٹھا تھا اور اطمینان کا سانس اس نے اس وقت لیا تھا جب وہ چاروں چند ثانیے رک کر پھر ڈاک بنگلے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

بوڑھے چوکیدار اور ان چاروں کے اشاروں سے یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ چوکیدار ہی نے انھیں وہاں بُلایا تھا۔

ڈاک بنگلے سے کچھ دور نکل آنے کے بعد تمثیلہ نے ایک جگہ کار روک دی تھی۔ یہ خیال اسے اچانک ہی آگیا تھا کہ ان گوریلوں کے ٹھکانے کا پتا لگانے کی کوشش کرنا چاہیے۔

کار چھوڑ کر وہ پیدل واپس لوٹی تھی۔ اسے اطمینان تھا کہ گوریلوں کو اس کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔ انھیں بلگاری فوجی دستوں کا خوف ہونا ہی چاہیے تھا۔

پھر ایک فائر کی آواز سن کر وہ ٹھٹکی تو ضرور تھی لیکن اپنا ارادہ ترک نہیں کیا تھا۔ ڈاک بنگلے کے سامنے اسے بوڑھے چوکیدار کی لاش ملی تھی اور وہ چاروں سائے ایک طرف تاریکی میں جیسے ڈوبتے نظر آئے تھے۔ تمثیلہ رینگتی ہوئی اس طرف بڑھ گئی تھی۔ اس طرح تعاقب کر کے وہ ان لوگوں کی پناہ گاہ تک پہنچ سکی تھی۔ پناہ گاہ میں ان گوریلوں نے جو باتیں کیں، اس کا ایک ایک لفظ تمثیلہ نے سنا تھا اور پھر یہ بھی اس کے سامنے ہی کی بات تھی جب ایک اجنبی گوریلے نے وہاں پہنچ کر کسی نامعلوم دشمن یا دشمنوں کو ختم کرنے کے لیے ان کی مدد حاصل کی تھی۔ اس کا علم تو تمثیلہ کو بعد میں ہو سکا تھا کہ ان لوگوں کا وہ دشمن میجر پرمود ہی تھا۔

تمثیلہ اس اجنبی گوریلے اور دونوں ٹامی گن والوں کا تعاقب کرتی ہوئی اس دوسرے غار تک پہنچی تھی۔ وہاں اجنبی گوریلے اور پرمود میں جو گفتگو ہوئی تھی اس کی آوازیں غار کے باہر تک آئی تھیں۔ پرمود کی آواز ہی سن کر تمثیلہ کو پتا چلا تھا

کہ گوریلوں کی چالبازی کا شکار ہونے والا اس کا محبوب تھا۔

پھر ریوالور کی دو گولیاں ٹامی گن والوں کے لیے کافی ثابت ہوئی تھیں کیونکہ تمثیلہ کو نشانہ بازی کی مشق کرانے والا میجر پرمود جیسا قادر نشانے باز تھا۔

ٹامی گن والوں کے خاتمے کے بعد تمثیلہ نے ایسی آوازیں سنی تھیں جیسے غار میں کوئی لڑ پڑا ہو۔ اس نے جھانک کر دیکھا تھا اور مطمئن ہو گئی تھی۔ پرمود کے مقابلے پر ایک ہی آدمی تھا اور تمثیلہ کے خیال میں کوئی وجہ نہیں تھی کہ پرمود اس سے شکست کھا جاتا۔

پھر تمثیلہ فوراً ہی وہاں سے چل پڑی تھی لیکن روانگی سے پہلے اس نے ایک ٹامی گن والے کے خون میں انگلی ڈبو کر اپنا وہ نام لکھ دیا تھا جس کے پس منظر میں وہ کئی بار پرمود کی مدد کر چکی تھی۔

اپنی کار میں پہنچ کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا تھا اور رنگ نگر کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ اس کا یہ سفر اب بھی جاری تھا اور نو بج کر بیس منٹ تک جاری رہا۔

نو بج کر بیس منٹ پر وہ رنگ نگر پہنچ گئی۔ رنگ نگر میں داخل ہوتے ہی اسے ایک جگہ روک لیا گیا۔ روکنے والی ایک فوجی جیپ تھی۔ تمثیلہ کے کاغذات دیکھ کر وہ لوگ مطمئن ہو گئے البتہ ان کے چہروں سے حیرت کا اظہار ضرور ہوا تھا، غالباً اس لیے کہ تمثیلہ ایک عورت تھی۔

تمثیلہ نے ان سے مشورہ مانگا کہ وہ رنگ نگر میں کس جگہ قیام کرے۔ ان لوگوں نے اسے نہ صرف یہ کہ ایک معقول جگہ کے بارے میں بتایا بلکہ ایک فوجی اسے وہاں تک چھوڑ بھی آیا۔

سامان رکھنے کے بعد تمثیلہ نے ہال میں بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ اس وقت وہاں کی دو چار ہی میزیں آباد تھیں۔ رنگ نگر وادی گلپوش کی سب سے بہتر آبادی تھی اور کسی حد تک ماڈرن بھی تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے وادی کے صوبائی دارالخلافہ کی حیثیت حاصل رہی تھی۔

اگر پرمود کے خیال کے مطابق گوریلا ہیڈ کوارٹر رنگ نگر ہی میں کسی جگہ تھا تو شاید خفیہ ریڈیو اسٹیشن بھی وہیں تھا۔

راجیشیائی چھاپا ماروں نے گلپوش میں اترنے کے دو ہی دن بعد "آزاد گلپوش ریڈیو" کے نام سے ایک خفیہ ریڈیو اسٹیشن قائم کر لیا تھا جہاں سے روزانہ ایک مقررہ وقت پر خبریں نشر کی جاتی تھیں۔ اس خفیہ ریڈیو اسٹیشن سے اس قسم کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا جو جنگی نقطۂ نگاہ سے بلگارنیہ کے لیے نقصان دہ تھا۔ بلگارنوی سیکرٹ سروس نے میجر پرمود کو اسی لیے وہاں بھیجا تھا کہ وہ اس خفیہ ریڈیو اسٹیشن کا پتا لگائے۔

تمثیلہ جانتی تھی کہ پرمود کی ساری توجہ صرف خفیہ ریڈیو اسٹیشن ہی پر مرکوز نہیں رہے گی بلکہ وہ اس بات کی بھی کوشش کرے گا کہ ان راجیشیائی گوریلوں کی بیخ کنی کر دی جائے جن کے ہنگامے بلگارنوی حکومت کے لیے ایک مسئلہ بنے ہوئے تھے۔

تمثیلہ نے اسی لیے گزشتہ رات ان گوریلوں کی پناہ گاہ معلوم کرنے کا خطرہ مول لیا تھا لیکن بعد میں جب اسے پتا چلا کہ پرمود اب رنگ نگر کا رخ کرے گا تو اس نے بھی فوجی چھاؤنی کو گوریلوں کی پناہ گاہ کے بارے میں اطلاع دینے میں وقت نہیں صرف کیا اور رنگ نگر کی طرف روانہ ہو گئی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو میں یہاں بیٹھ جاؤں" ایک اجنبی نے بڑے شستہ لہجے میں تمثیلہ کی میز کے قریب آ کر کہا۔

تمثیلہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ ایسے مردوں کو سخت ناپسند کرتی تھی جو عورتوں کے لیے رال ٹپکاتے پھرتے ہوں۔ قریب تھا کہ وہ کوئی سخت بات کہہ دیتی لیکن اسی وقت اجنبی دھیرے سے بڑبڑایا "سیاہ رات"

"کیا مطلب!" تمثیلہ کے منہ سے نکلا لیکن دوسرے ہی ثانیے اسے احساس ہو گیا کہ اس سے زبردست چوک ہو گئی ہے۔ اسے گزشتہ رات کا واقعہ یاد آ گیا تھا۔ اجنبی گوریلے نے ان پانچ گوریلوں کی کمین گاہ میں داخل ہو کر "سیاہ رات" ہی تو کہا تھا اور پھر جواب میں وہ پانچوں بیک وقت بولے تھے "صبح کی تلاش"

"اوہ! معاف کیجیے گا" اجنبی نے چونک کر کہا "پتا نہیں کیا نکل گیا میرے منہ سے۔ بعض اوقات میں بالکل خالی الذہن ہو کر رہ جاتا ہوں" وہ چند ثانیے کے لیے خاموش ہوا، پھر بولا۔ "اگر آپ مجھے چند منٹ بیٹھنے کی اجازت دیں تو میں مشکور ہوں گا"

تمثیلہ کے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اسے اچھی طرح احساس ہو چکا تھا کہ اس نے ایک سنہرا موقع اپنے ہاتھ سے نکال دیا۔ غالباً وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر تمثیلہ کو اپنوں میں سے ایک سمجھ بیٹھا تھا۔ اگر تمثیلہ جواب میں "صبح کی تلاش" کہہ دیتی تو اجنبی کو یقین آ جاتا کہ وہ انہی میں سے ایک ہے۔ اس طرح تمثیلہ ان لوگوں میں گھل مل جاتی اور بہت کچھ جان لیتی

لیکن اب تو موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

تمثیلہ کو اس بات کا اتنا افسوس ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے دماغی طور پر غیر حاضر ہو گئی۔ شاید اس نے سنا بھی نہیں کہ اجنبی نے کیا کہا تھا۔ پھر وہ اس وقت چونکی جب اجنبی نے ایک طویل سانس لے کر کہا ”آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت نہیں دینا چاہتیں۔ شاید آپ مجھے کوئی اوباش آدمی سمجھ رہی ہیں۔ خیر میں اپنی اس جسارت کی معافی چاہتا ہوں۔“ یہ کہہ کر اجنبی دوسری میز پر جا بیٹھا۔ اب اس کی نظر دروازے کی طرف تھی۔ وہ تمثیلہ کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا لیکن تمثیلہ اب اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

تمثیلہ اپنے خیالات سے چونک پڑی کیونکہ بیرا میز پر کھانا لگا رہا تھا۔ کچھ سوچ کر تمثیلہ نے مدھم لہجے میں بیرے سے کہا ”سنو! کیا تم ان صاحب کو جانتے ہو؟ جو اس میز پر بیٹھے ہیں، ادھر!“

”ان کا قیام بھی یہیں ہے خاتون!“ بیرے نے کہا ”ان کا نام راحن ہے۔ میں ان کے بارے میں اور کوئی بات نہیں جانتا۔“

تمثیلہ چپ ہو گئی اور اس نے اپنے ذہن میں راحن کا نام کئی بار دہرایا تاکہ بھول نہ سکے۔

جب جنگ کے دوران میں کسی ملک کے کسی علاقے پر حریف ملک کا قبضہ ہو جاتا ہے تو اس علاقے کے لوگ ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں کیونکہ فاتح فوجیوں کی وجہ سے ان کا جان و مال محفوظ نہیں رہتا۔ بالکل ایسی ہی حالت وادیٔ گلپوش کی بھی ہوئی جب بلگارنیہ کی جاں باز فوجوں نے اسے فتح کیا لیکن یہ حالت دو تین دن ہی رہی۔ جلد ہی وہاں کے لوگوں نے محسوس کر لیا کہ ان کا فاتح کوئی درندہ ملک نہیں ہے اس لیے انھیں خائف رہنے کی ضرورت نہیں۔

آہستہ آہستہ وادی کے حالات معمول پر آتے چلے گئے۔ بازار کھلنے لگے اور مضمحل ہو جانے والی زندگی جیسے چاق و چوبند ہو گئی۔ فاتح فوج نے ان کے مذہبی معمولات میں بھی دخل نہیں دیا تھا۔ وہ لوگ سکون و اطمینان سے زندگی کے معمولات پورے کرنے لگے لیکن گوریلوں کی وجہ سے یہ سکون درہم برہم ہوتا رہتا تھا۔

گرانی

خلیفہ مطیع اللہ کی خلافت کے سالِ اوّل ہی میں، بغداد میں اتنی سخت گرانی ہوئی کہ لوگ مردار اور گوبر تک کھا گئے۔ اکثر مسافر راستوں ہی میں، خوراک نہ ملنے کے سبب ہلاک ہو گئے۔ اکثر لوگوں نے کتوں کا گوشت کھایا۔ باغات اور اراضیات، دو دو روٹیوں کے بدلے فروخت کر دیے۔ محتاجوں اور مفلسوں کے پاس بھنے ہوئے انسانی بچے بھی پائے گئے۔ ایک بوری گیہوں کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔

روما ابوذر

پرمود جس شراب خانے میں داخل ہوا وہاں کی ایک تہائی میزیں آباد تھیں۔ وہاں صرف ادنیٰ طبقے کے لوگ تھے۔ شراب خانہ بھی ادنیٰ طبقے کا تھا اس لیے وہاں شراب بھی گھٹیا قسم کی ملتی تھی۔ پرمود ایک ایسی میز پر بیٹھا جس کے اردگرد کی کوئی میز خالی نہیں تھی۔ اس کے جسم پر بھی اس وقت گھٹیا قسم کا لباس تھا۔ صورت شکل میں کوئی تبدیلی نہیں تھی لیکن عادات و اطوار اس نے ایسے بنا لیے تھے کہ اسے گلپوش ہی کا رہنے والا سمجھا جاتا۔ کسی انداز میں بھی اس پر ”بیرونی“ ہونے کا شبہہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

میلے کچیلے لباس والا افیونی سا ویٹر فوراً اس کے سر پر مسلط ہو گیا اور پرمود کو اس سے شراب منگانا پڑی۔ وہ شراب پینے کا عادی نہیں تھا لیکن بعض موقع ایسے آ جاتے تھے کہ اسے پینا ہی پڑتی تھی۔ اس وقت بھی شراب خانے میں وقت گزارنے کے لیے وہ پینے پر مجبور تھا۔

شراب خانے میں اس کی آمد بلاوجہ نہیں تھی۔ اب وہ جس قسم کی معلومات حاصل کرنے کے چکر میں تھا وہ ایسے ہی مقامات پر مل سکتی تھیں۔ یہاں لوگ پی پی کر بہکتے تھے اور پھر ان کے منہ سے اوٹ پٹانگ باتوں کا سمندر امنڈنے لگتا تھا۔ اسی کی جھونک میں کسی نہ کسی کے منہ سے بعض اوقات کوئی ایسی بات بھی نکل جاتی ہے جس کا پس منظر بڑا سنسنی خیز ہوتا ہے۔

پرمود کسی ایسی ہی بات کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ یہ بات ڈھکی چھپی نہیں تھی کہ وادی کے کافی لوگ گوریلوں کے ہمدرد تھے۔ ان گوریلوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات بھی رکھتے ہوں گے۔ انھی میں سے کوئی ایک شراب کے نشے میں بہک کر پرمود کا مقصد پورا کر سکتا تھا۔ شراب میز پر آ گئی تو پرمود پینے لگا۔

شراب خانے میں زیادہ لوگ نہیں تھے لیکن پھر بھی اچھا خاصا شور ہو رہا تھا۔ شاید ہی کوئی نیچی آواز میں باتیں کر رہا ہو۔

دفعتہً پرمود چونکا۔ اس سے بالکل قریب کی میز پر اس کے مطلب کی باتیں چھڑ گئی تھیں۔

وہ شرابی تھے جن میں سے ایک کہہ رہا تھا، "تم اس طرح ملک و قوم سے غدّاری کرو گے۔ آپس کے جھگڑے کی آگ کو اتنی ہوا نہ دو کہ قوم پر کوئی آنچ آئے۔"

دوسرے شرابی نے حقارت سے سر جھٹکا۔ وہ بہت زیادہ نشے میں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک ہچکی لے کر کہا، "ماسٹر فیٹی، سؤر کے بچّے نے مجھے مارپیٹ کر اپنے گھر سے نکال دیا ہے۔ میں اس کا راز ضرور فاش کروں گا۔ مجھے ملک و قوم سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

پرمود ان کی گفتگو پر توجّہ نہ دیتا اگر بیچ میں ملک و قوم کی بات نہ آئی ہوتی۔ شرابی کے ساتھی نے کہا تھا کہ آپس کے جھگڑے کی آگ کو اتنی ہوا نہیں دینا چاہیے کہ ملک و قوم پر آنچ آ جائے۔

اس سلسلے میں شرابی کی زبان پر کسی ماسٹر فیٹی کا نام آیا تھا جس نے مارپیٹ کر اسے اپنی ملازمت سے نکال دیا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لیے وہ شرابی کم از کم نشے میں اس بات پر آمادہ تھا کہ ماسٹر فیٹی کا راز فاش کر دے لیکن وہ راز کیسا تھا جس سے ملک و قوم پر آنچ آ جاتی؟ پرمود سوچ رہا تھا مگر وہ یہ راز نہ جان سکا۔ دونوں شرابیوں میں کچھ دیر بعد ہی جھگڑا ہو گیا تھا اور پھر یہ جھگڑا اتنا بڑھا تھا کہ ماسٹر فیٹی کا راز ظاہر کرنے والا مارا گیا تھا۔ دوسرے شرابی نے اس کے سینے میں چاقو اتار دیا تھا۔

شراب خانے میں مقتول اور قاتل دونوں ہی کے ساتھی تھے جو قتل کے بعد آپس میں بھڑ گئے تھے اور پرمود بھی اس جھگڑے کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ قاتل جھگڑے کے دوران میں زخم کھا کر بیہوش ہو گیا تھا۔

شور و غل کی آواز باہر تک گئی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ فوجی اندر گھس آئے۔ انھوں نے شرابیوں کو للکارا مگر کون سنتا ہے! آخر ہوائی فائر کیے گئے تو بہکے ہوئے ذہن چونکے۔ طوفان تھم گیا لیکن اتنی ہی دیر میں شراب خانے کا کباڑا ہو چکا تھا۔

تمام شرابی گرفتار کر لیے گئے۔ ان گرفتار ہونے والوں میں پرمود بھی تھا۔

"ارے!.... اسے تو قتل کیا جا چکا ہے۔" ایک فوجی شرابی کی لاش دیکھتا ہوا بولا۔

"یہ ہے قاتل۔" پرمود نے بیہوش پڑے ہوئے قاتل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے سر پر گہرا زخم ہے۔ کہیں یہ مر نہ جائے۔ کسی نے اس کے سر پر بوتل ماردی تھی۔"

"تم بہت پارسا معلوم ہو رہے ہو۔" ایک فوجی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

پرمود چپ رہ گیا۔ وہ فی الحال چپ ہی رہنا چاہتا تھا۔

زخمی قاتل کو فوراً اسپتال بھیج دیا گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد تمام قیدی ایک فوجی ٹرک میں ٹھونس دیے گئے۔ وہ ٹرک انھیں لے کر پولیس ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں فی الحال فوجی ہی کام کر رہے تھے۔ ابھی بلگارنیہ کے اس مفتوحہ علاقے کا نظم و نسق فوج ہی کے ہاتھ میں تھا۔

پولیس ہیڈ کوارٹر لے جا کر ان سب کو ایک ہی بڑے کمرے میں بند کر دیا گیا۔ اب ان سب کا نشہ ہرن ہو چکا تھا اور وہ ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا۔

پرمود نے ایک دیوار سے ٹیک لگائی تھی اور سگریٹ جلا کر ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ تجربہ بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔

تھوڑی دیر بعد ایک فوجی سپاہی آیا اور ان میں سے ایک کو لے کر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد پھر آیا اور دوسرے کو لے کر چلا گیا۔ قیدی ایک ایک کر کے جاتے رہے۔ جو چلا جاتا تھا اس کی واپسی نہیں ہوتی تھی۔ غالباً پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری تھا جس کے بعد وہ کسی دوسرے کمرے میں پہنچا دیے جاتے تھے۔ گیارہ آدمیوں کے بعد پرمود کا نمبر بھی آ گیا۔

پوچھ گچھ کرنے والے فوجی افسر کے جسم پر کیپٹن کی وردی تھی۔ اس نے پرمود کو گھور کر نیچے سے اوپر تک دیکھا اور پھر ڈپٹ کر کوئی سوال کرنے ہی والا تھا کہ پرمود نے اپنی جیب سے ایک سنہرا سکّہ نکال کر اس کے سامنے کر دیا۔ کیپٹن کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور آنکھوں سے حیرت جھانکنے لگی۔

پرمود نے وہ سکّہ پھر اپنی جیب میں ڈال لیا اور مدّھم لہجے میں بولا، "آپ کے علاوہ کسی کو بھی میرے بارے میں علم نہیں ہونا چاہیے۔"

"تشریف رکھیے نا!"

"نہیں میں اب جاؤں گا۔ صرف دو باتیں کرنا ہیں آپ سے! ایک یہ کہ شرابی کے زخمی قاتل کی حفاظت کا معقول بندوبست کر

دیکھیے۔ شاید آپ اس سے گوریلوں کے بارے میں کچھ معلوم کر سکیں۔ دوسری بات یہ کہ کیا آپ ماسٹر فیلٹی نام کے کسی آدمی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟"

"وہ یہاں کا امیر ترین آدمی سمجھا جاتا ہے۔ وہ زیورات کی سب سے بڑی دکان فیلٹی جیولرز کا مالک ہے۔ گلپوش پر ہمارے قبضے کے تیسرے دن اس کی دکان پر ڈاکا پڑا تھا۔ ان ڈاکوؤں کا اب تک پتا نہیں چل سکا ہے۔"

"اس کا پتا؟ دکان کا بھی اور گھر کا بھی! اور ہر اس جگہ کا جہاں سے اس کا کچھ تعلق ہے۔"

کیپٹن نے کئی پتے بتائے جو پرمود نے اپنے پاس نوٹ کر لیے، پھر بولا "آپ اپنے ماتحتوں کو بھی میرے بارے میں نہیں بتائیں گے۔ اب آپ مجھے اس طرح رخصت کر دیجیے جیسے آپ میری طرف سے مطمئن ہو گئے ہیں۔"

تمثیلہ نے فیصلہ کیا کہ وہ راجن سے اپنے رویے کی معذرت چاہے اور اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کرے۔ کچھ دیر بعد ہی وہ اپنے اس فیصلے پر عمل کر چکی تھی۔ اس نے بہت جلد راجن کو شیشے میں اتار لیا۔ اس نے خود کو راجن کے سامنے ایک مظلوم و دکھی راجیشیائی لڑکی کے روپ میں پیش کیا تھا اور اپنی اداکاری میں کامیاب رہی تھی۔

پھر چھ بجے کے قریب راجن یکبارگی چونکا۔ اس نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور کھڑا ہو کر بولا "اچھا مس نگار! پھر ملاقات ہو گی۔ اس وقت مجھے اجازت دیجیے۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ بہرحال مجھے آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ آپ مجھے بھی ہمیشہ ایک اچھا دوست پائیں گی۔"

پھر وہ اتنی جلدی میں رخصت ہوا کہ تمثیلہ حیران رہ گئی۔ آخر وہ کیسا کام تھا جس نے راجن کو اتنی عجلت کرنے پر مجبور کر دیا۔

مجھے اس کا تعاقب کرنا چاہیے۔ تمثیلہ نے سوچا۔

راجن ہوٹل سے نکل چکا تھا۔ تمثیلہ جلدی سے کھڑی ہو کر دروازے کی طرف بڑھی لیکن جب وہ باہر پہنچی تو راجن کہیں نہ دکھائی دیا۔ تمثیلہ نے ہر طرف نظر دوڑائی مگر ناکام رہی۔ تمثیلہ نے ایک ٹھنڈا سا سانس لیا اور برآمدے کے ایک ستون سے ٹک گئی۔ اسے اِس بات کا افسوس تھا کہ اس نے راجن کے تعاقب کا فیصلہ اتنی دیر سے کیا کہ راجن نظر سے اوجھل ہو گیا۔

کچھ دیر بعد تمثیلہ ستون سے الگ ہٹی اور پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

وہ اپنے کمرے میں پہنچ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اسے پرمود کا خیال آیا۔ نہ جانے وہ رنگ نگر پہنچ چکا ہو گا یا نہیں۔ اگر پہنچ بھی چکا ہو تو وہ اس کے بارے میں کیا جان سکتی تھی۔ ہاں اگر گزشتہ رات ہی کی طرح پھر کوئی اتفاق پیش آ جاتا تو دوسری بات تھی۔

ساڑھے چھ بجے تمثیلہ نے ریڈیو کا سوئچ آن کیا۔ وہ گوریلوں کے خفیہ ریڈیو اسٹیشن کی نشریات سننا چاہتی تھی۔ وہ خفیہ ریڈیو اسٹیشن روزانہ ساڑھے چھ بجے اپنا پروگرام شروع کرتا تھا۔ پہلے خبریں سنائی جاتی تھیں جن کا لب لباب یہ ہوتا تھا کہ گوریلوں کی طوفانی یلغار نے وادی میں متعین بلگارنوی فوج کی صفوں میں تباہی مچا رکھی ہے۔ خبروں کے بعد چند جنگی نغمے سنائے جاتے تھے اور اس کے بعد ایک طنزیہ فیچر جس میں بلگارنوی قیادت پر کیچڑ اچھالی جاتی تھی۔ آخر میں راجیشیا کا قومی نغمہ ہوتا تھا۔

یہ پروگرام روزانہ ٹھیک ساڑھے چھ بجے شروع ہو کر ساڑھے سات بجے ختم ہوتا تھا لیکن آج تمثیلہ کو حیرت ہوئی کہ خفیہ ریڈیو اسٹیشن خاموش تھا۔ تمثیلہ نے چیک کیا کہ سوئی غلط جگہ پر تو نہیں ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ سوئی بالکل صحیح جگہ پر تھی۔ تمثیلہ نے اسے اِدھر اُدھر حرکت دی لیکن تب بھی کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ تمثیلہ کو خیال آیا شاید ریڈیو میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو لیکن ایسا بھی نہیں تھا۔ دوسرا اسٹیشن لگتے ہی آواز آنے لگی۔ تمثیلہ نے پھر خفیہ اسٹیشن لگایا اور اسی وقت ریڈیو سے موسیقی کی لہریں اٹھنے لگیں۔ یہ وہی مانوس سی موسیقی تھی جو خفیہ ریڈیو اسٹیشن کا پروگرام شروع ہونے سے پہلے دس پندرہ سیکنڈ تک سنائی دیتی تھی۔ تمثیلہ ایک جھٹکے سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ موسیقی ختم ہوتے ہی ریڈیو سے آواز ابھری "یہ آزاد گلپوش ریڈیو ہے۔ معاف کیجیے گا۔ آج ہمارے آلات میں کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی اس لیے پروگرام شروع کرنے میں چار منٹ دیر ہو گئی۔ اب آپ خبریں سنیے!"

میجر پرمود گرم کپڑوں سے خوب لدا پھندا ہوا تھا لیکن سردی پھر بھی مزاج پوچھنے کے موڈ میں تھی۔ وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے ماسٹر فیٹی کے خوبصورت مکان کی طرف دیکھ رہا تھا جو کُہر کی وجہ سے دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا۔

پرمود کو اس کی نگرانی کرتے ہوئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا اور اب گیارہ بجنے والے تھے۔ پرمود اس توقع پر اس کی نگرانی کر رہا تھا کہ شاید کوئی خاص بات سامنے آجائے۔

مکان پر سنّاٹا اور تاریکی مسلّط تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ویران پڑا ہو لیکن پرمود جانتا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔ آج شام کو جب اس نے اس مکان کے گرد ایک چکر لگایا تھا تو ایک کھڑکی میں اسے دو شکلیں دکھائی دی تھیں۔ ایک آدمی تو دُبلا پتلا اور مدقوق سا تھا لیکن دوسرے آدمی کے چہرے سے گوشت کی بوٹیاں جیسے لٹکی پڑ رہی تھیں۔ پرمود نے جو حُلیہ معلوم کیا تھا اس کے مطابق وہ ماسٹر فیٹی ہی ہو سکتا تھا۔

دفعتہً پرمود چونک پڑا۔ اس نے ماسٹر فیٹی کے مکان کا دروازہ کُھلتے دیکھا تھا۔ وہ درخت سے اور زیادہ چپک گیا تھا۔ مکان سے تین آدمی نکلتے نظر آئے۔ ان میں سے ایک تو یونہی خالی ہاتھ تھا لیکن باقی دونوں ایک صندوق اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے باہر آتے ہی مکان کا دروازہ پھر بند ہو گیا۔

اب وہ تینوں ایک طرف نشیب میں اتر رہے تھے۔

پرمود نے فوراً ہی ان کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا۔ وہ صندوق اس کے لیے پُرکشش ثابت ہوا تھا۔ آخر اس میں وہ لوگ کیا لے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ان تینوں کے تعاقب میں رینگ رہا تھا۔ اگر اس کے جسم پر گرم کپڑوں کی دبیز تہیں نہ ہوتیں تو ٹھنڈی زمین اسے برف کی یاد دلا دیتی۔

تیسرا آدمی جو خالی ہاتھ تھا آگے چل رہا تھا۔ وہ دونوں اس کے پیچھے چل رہے تھے جنھوں نے صندوق سنبھال رکھا تھا۔ آگے والے لمبے آدمی کی نظر اطراف میں بھٹک رہی تھی۔ وہ بہت چوکنا نظر آرہا تھا۔ اسے چوکنا دیکھ کر پرمود نے تعاقب میں اور زیادہ احتیاط برتنا شروع کر دی۔ یہ تعاقب بارہ پندرہ منٹ تک جاری رہا اور پھر وہ لوگ ایک جھیل کے کنارے پہنچ گئے۔

صندوق والے جھیل سے کچھ فاصلے پر رک گئے۔ جھیل کے کنارے کے اس حصّے کی زمین بہت زیادہ ناہموار تھی۔ جگہ جگہ ٹیلے سے بن گئے تھے۔ ان ٹیلوں کی آڑ مل جانے کی وجہ سے پرمود کو صندوق والوں کے بہت قریب ہونے کا موقع مل گیا۔

صندوق زمین پر رکھ دیا گیا تھا۔ لمبے آدمی نے اپنی جیب سے کوئی چیز نکالی۔ اگلے ثانیے پرمود کو پتا چل گیا کہ وہ ٹارچ تھی جسے دو مرتبہ جلایا بجھایا گیا۔ اس کا رخ ایک شکارے کی طرف تھا۔ فوراً ہی شکارے کی طرف سے بھی دو مرتبہ روشنی کی کرن پھوٹی اور اب پھر پہلے ہی کا سا اندھیرا تھا۔ شکارے کی طرف سے دو سائے بڑھتے چلے آرہے تھے۔

چشم زدن میں پرمود کو یقین آگیا کہ اب یہ صندوق شکارے پر بار کر دیا جائے گا اور شکارے والے اسے کہیں اور لے جائیں گے لیکن کہاں؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کی خواہش پرمود کے دل میں اتنی شدّت سے پیدا ہوئی کہ وہ ایک خطرناک فیصلہ کر بیٹھا۔ اب وہ ناہموار زمین کی آڑ میں رینگتا ہوا تیزی سے اس شکارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اِس کے لیے اس نے تھوڑا سا چکر لیا تاکہ ان پانچوں میں سے کسی کی نظر اس پر نہ پڑ سکے۔

شکارا کافی بڑا تھا۔ اس کے ایک سِرے پر کچھ لوگ کھڑے تھے جن کا حُلیہ مچھیروں کا سا تھا۔ وہ سب ساحل کے اس حصّے کی طرف دیکھ رہے تھے جہاں صندوق والوں اور شکارے سے اتر کر وہاں پہنچنے والے آدمیوں میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ ان کی توجّہ اس طرف ہونے کی وجہ سے پرمود کو شکارے کے دوسرے سِرے پر اتر جانے کا موقع مل گیا۔ ایک طرف رسّیوں کا ڈھیر تھا۔ پرمود نے خود کو رسّیوں کے اس ڈھیر میں چھپا لیا۔ صرف سر باہر رکھا تاکہ ان لوگوں کو دیکھتا رہے۔ شکارے سے اتر کر ساحل پر جانے والے واپس آگئے۔ اب وہ صندوق ان کے پاس تھا۔ شکارا فوراً ہی حرکت میں آگیا تھا۔ چپوؤں کی شپاشپ سے خاموش فضا میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ دو آدمیوں کے علاوہ سب نے چپّو سنبھال لیے تھے۔ دو آدمی شکارے کا ایک درمیانی تختہ اکھاڑ رہے تھے۔ وہ جلد ہی کامیاب ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ تختہ لگایا ہی اس طرح گیا ہو کہ بوقتِ ضرورت آسانی سے اکھاڑا جا سکے۔ پرمود کے دیکھتے ہی دیکھتے صندوق کو تختے کے اکھڑنے سے پیدا ہونے والے خلا میں اتار کر تختہ پھر اسی طرح جڑ دیا گیا جیسا کہ وہ پہلے تھا۔ اب ان دونوں آدمیوں نے بھی چپّو سنبھال لیے اور شکارے کی

رفتار میں کسی قدر اضافہ ہوگیا۔

ڈیڑھ گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد شکارا جھیل سے نکل کر ایک نہر میں داخل ہوگیا۔ اس وقت پرمود کے ذہن میں یہ خیال بڑی تیزی سے اُبھرا کہ اس صندوق کو راجیشیائی حدود میں تو نہیں پہنچایا جائے گا۔

یہ نہر آگے جاکر دریائے بھومی سے مل گئی تھی جس جگہ یہ سنگم ہوا تھا وہیں بلگارنیہ کے اس مقبوضہ علاقے کی حد تھی۔ اس کے آگے کا علاقہ بدستور راجیشیا کے قبضے میں تھا۔

نہر میں داخل ہوتے ہی شکارے کی رفتار کم ہوگئی۔ مزید ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد پرمود نے محسوس کیا کہ اب شکارا دریائے بھومی میں داخل ہوچکا ہے۔ پرمود کو گلپوش کے بلگارنوی ایڈمنسٹریٹر پر تاؤ آنے لگا جس نے اس آبی راستے کی دیکھ بھال کے لیے کوئی بندوبست نہیں کیا تھا۔

چند منٹ بعد شکارا دریائے بھومی کے ایک کنارے کی طرف بڑھنے لگا اور جلد ہی کنارے پر پہنچ کر رک گیا۔ جتنی دیر میں وہ کنارے تک پہنچا تھا اتنی دیر میں شکارے کا تختہ اکھاڑ کر وہ صندوق نکال لیا گیا تھا۔ دریا کے کنارے چار پانچ آدمی کھڑے تھے۔

”سیاہ رات“ شکارے کا ایک آدمی بلند آواز میں بولا اور پرمود کے ذہن میں گزشتہ رات کی یاد تازہ ہوگئی جب گوریلوں کی پناہ گاہ کے ٹرانسمیٹر پر اس نے یہی دو لفظ سنے تھے۔

”صبح کی تلاش“ کنارے سے آواز آئی۔

پرمود نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ تو یہ تھا ”سیاہ رات“ کا جواب!

وہ صندوق شکارے سے اتار کر کنارے پر پہنچا دیا گیا اور وہاں سے دو صندوق لائے گئے۔ یہ سب کچھ بڑی پھرتی سے کیا گیا اور شکارا پھر حرکت میں آگیا۔ اب وہ واپس ہو رہا تھا۔ یہ دونوں صندوق بھی خلا میں اتار دیے گئے تھے اور تختہ پھر جُڑ دیا گیا تھا۔

چپوؤں کی ”شپاشپ“ کے ساتھ مچھیروں کے ایک گیت کے بول بھی خاموش فضا میں لہرانے لگے۔ اس کے ذرا ہی دیر بعد پرمود نے انجن چلنے کی آواز سنی۔ غالباً وہ کوئی لانچ تھی۔ شکارے والے اس کی طرف سے لاپروا گیت گاتے رہے اور پھر اچانک اس وقت چپ ہوئے جب لانچ نے شکارے

کے قریب پہنچ کر اپنی رفتار کم کی۔

”کون ہو تم لوگ؟“ لانچ سے کسی نے گرجدار آواز میں کہا۔

”ہم مچھیرے ہیں سرکار! مچھلیاں پکڑ رہے ہیں“، شکارے سے کسی آدمی نے خوف سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

پرمود سمجھ گیا کہ یہ لانچ فوج ہی کی ہوسکتی ہے۔ گویا گلپوش کا ایڈمنسٹریٹر اپنے فرائض سے غافل نہیں رہا تھا۔ غفلت اس فوجی عملے کی تھی جو اس آبی راستے کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

دو تین فوجی شکارے پر کود آئے اور گھوم پھر کر شکارے کا جائزہ لینے لگے۔ شکارے کا جائزہ لے کر فوجی واپس لانچ پر چلے گئے اور پھر وہی گرجدار آواز سنائی دی ”اچھا جاؤ! تمام مچھیروں کو بتا دو کہ وہ اتنا آگے نہ آیا کریں ورنہ گولی مار دی جائے گی“

لانچ کی رفتار تیز ہوئی اور وہ شکارے سے دور ہٹ گئی۔

چپوؤں کی ”شپاشپ“ تیز ہوگئی۔ شکارا اب تیزی سے چل رہا تھا۔ دو آدمی اس حصّے کی طرف آئے جہاں پرمود چُھپا ہوا تھا۔ پتا نہیں اس مرتبہ انھیں کیا کام تھا۔ ایک آدمی نے رسّی کے اس ڈھیر پر پیر رکھ دیا جس کے نیچے پرمود چُھپا ہوا تھا۔

”ارے!“ وہ آدمی اچھل کر دوسری طرف ہٹ گیا اور پھر اس کے مُنہ سے نکلا ”کون ہے؟“

پرمود نے اس آدمی کے بوجھ کو بڑے صبر و تحمّل سے برداشت کیا تھا لیکن اب اس کا رسّیوں کے ڈھیر میں چُھپا رہنا حماقت ہی ہوتی۔ وہ تیزی سے کھڑا ہوگیا۔ ساتھ ہی اس نے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ اسی وقت ایک آدمی نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ٹریگر پر انگلی دب گئی۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی

اس آدمی کی چیخ بھی فضا میں لہرائی لیکن پھر اگلے فائر کا موقع پرمود کو نہیں مل سکا۔ دوسرا آدمی اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔ کچھ اور آدمی بھی اپنے ساتھی کی طرف لپکے۔

ریوالور پرمود کے ہاتھ سے نکل کر پانی میں جا گرا لیکن اب پرمود کو اس کے بارے میں سوچنے کی فرصت کہاں تھی۔ اس کے مقابلے پر چار تھے اور اسے بے بس کر لینے کی فکر میں تھے لیکن پرمود اتنی آسانی سے ان کے قابو میں آنے والا کہاں تھا۔ اس کے آہنی گھونسوں نے انھیں تارے دکھانا شروع کر دیے۔ ایک کی گردن پر پرمود کا کھڑا ہاتھ پڑا اور وہ اپنی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کا افسوس کیے بغیر ڈھیر ہو گیا۔

دفعتہً لانچ کے انجن کی آواز سنائی دی۔ وہ تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ فائر کی آواز ان لوگوں تک پہنچی ہو گی۔

"ہوشیار! گنیں سنبھال لو" شکارے پر ایک آواز ابھری۔

پرمود کے مقابلے پر اب تین آدمی تھے۔ کوئی اور ان کی مدد کو نہیں آیا تھا۔ پرمود کو ایک بار پھر اپنے کھڑے ہاتھ کے جوہر دکھانے کا موقع مل گیا۔ ان تینوں میں سے ایک اور گرا۔ اب مقابلے پر دو رہ گئے مگر اپنے ساتھیوں کی موت سے خائف ہو کر انھوں نے میدان نہیں چھوڑا۔

اچانک کئی رائفلیں بیک وقت گرجیں۔ لانچ پر فائر کھول دیا گیا تھا۔ فوراً ہی لانچ سے اس کا جواب دیا گیا اور شکارے پر ایک چیخ گونجی۔

یہ پرمود کے لیے بڑی خطرناک سچویشن تھی۔ وہ اپنے ہی فوجیوں کی چلائی ہوئی کسی گولی سے ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس نے بلا تاخیر پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

پانی کی ٹھنڈک خوفناک حد تک بڑھی ہوئی تھی۔ اس وقت پانی کی سطح پر ابھر کر سمتوں کا تعین کرنا خطرناک نہیں بلکہ مہلک ثابت ہو سکتا تھا اس لیے پرمود پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا اندازے سے کنارے کی طرف بڑھا۔ ٹھنڈک اتنی تھی کہ ہاتھ پیر ہلانا مشکل ہو رہا تھا۔ گرم کپڑے بھیگ کر اچھے خاصے وزنی ہو چکے تھے لیکن بہرحال وہ کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

کچھ دور پانی میں معرکہ زوروں پر تھا۔ اب ایک مشین گن بھی گرج رہی تھی جو ظاہر ہے کہ لانچ ہی پر فٹ ہو گی۔

دفعتہً پرمود نے اپنے قریب ہی ایک آواز سنی "ہاتھ اٹھا دو ورنہ گولی مار دی جائے گی"

پرمود نے چونک کر ہاتھ اٹھا دیے۔ دو رائفلیں اسے زد میں لیے ہوئے تھیں لیکن اندھیرے کے باوجود بھی پرمود نے یہ پہچان لیا کہ وہ بلگارنوی فوجی تھے۔

گولیاں برابر چل رہی تھیں۔ ان کے شور میں میگافون پر کسی نے چیخ کر کہا "ہتھیار پھینک دو ورنہ اب ہم دستی بم استعمال کریں گے اور تمھارا شکارا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا"

دفعتہً گولیاں چلنے میں کمی آ گئی۔ غالباً شکارے کی طرف سے فائرنگ بند کر دی گئی تھی۔ پھر لانچ کی طرف سے بھی فائر روک دیا گیا۔

ادھر وہ دونوں فوجی پرمود کی تلاشی لے رہے تھے۔ سنہرا سکہ بھی پرمود کی جیب سے نکال لیا گیا۔

"اس سکے کو پھینک مت دینا" تم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہ تم اپنے آفیسر کو دکھانا"

ذرا ہی دیر میں شکارے پر قبضہ کر لیا گیا۔ شکارے والوں میں سے کچھ ہلاک ہو گئے تھے اور جو زندہ تھے انھیں گرفتار کر کے کنارے پر لے آیا گیا تھا۔

ایک لفٹیننٹ نے پرمود کی جیب سے نکلا ہوا سنہرا سکہ دیکھا اور پھر اس کی ایڑیاں بج اٹھیں۔ اس نے پرمود کو سیلوٹ کیا تھا۔ وہ دونوں فوجی بوکھلا گئے جنھوں نے پرمود کو گرفتار کیا تھا اور ان کی رائفلیں اب بھی پرمود کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

پرمود نے جو اب تک ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا ہاتھ گرا دیے۔ "یہ شناختی نشان مجھے واپس کر دیجیے" اس نے لفٹیننٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا اور وہ سنہرا سکہ واپس لے کر بولا "میں گیلے کپڑوں میں ہوں۔ اگر میرے لیے لباس کا بندوبست ہو سکے تو...."

"ضرور.... ضرور جناب!" لفٹیننٹ نے جلدی سے کہا۔

ان لوگوں کی چوکی قریب ہی تھی۔ وہاں پہنچ کر پرمود نے گیلے لباس سے جان چھڑائی جس کی وجہ سے اس کا جسم شل ہوا جا رہا تھا، پھر اس نے بال خشک کیے اور انھیں کنگھے سے درست کیا۔

"آپ کو شکارے سے کچھ ملا؟" پرمود نے لفٹیننٹ سے سوال کیا۔

"شکارے سے؟... جی ہاں .... رائفلیں۔"

"دو صندوق بھی ملے؟"

"صندوق!" لفٹیننٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں ملے۔" پرمود نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "خیر! میرے ساتھ آیئے!"

چوکی سے وہ دونوں کنارے پر آئے۔ شکارا بھی کنارے پر لایا جا چکا تھا۔ پرمود لفٹیننٹ کو لے کر شکارے پر چڑھ گیا اور درمیانی تختے پر کھڑا ہو کر اس پر اپنا پیر مارتا ہوا بولا۔ "اسے اکھڑوایئے!"

تختہ اکھاڑا گیا لیکن پرمود کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکل گئی۔ خلا سے دونوں صندوق غائب تھے۔

"ٹھیک ہے۔" پرمود نے طویل سانس لے کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اب میں سمجھا کہ شکارے والے احمق نہیں ہیں۔ جب انھوں نے آپ کا مقابلہ شروع کیا تھا تو میں سمجھا تھا کہ ان لوگوں سے حماقت سرزد ہو رہی ہے۔ مقابلہ فضول تھا۔ یہ لوگ بچ نہیں سکتے تھے لیکن اب میں سمجھا کہ مقابلہ فضول نہیں تھا۔ اس طرح یہ لوگ اتنی مہلت چاہتے تھے کہ اس خلا سے وہ دونوں صندوق نکال کر پانی میں پھینک دیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا ورنہ صندوق شکارے ہی پر مل جاتے۔ اب آپ کو غوطہ خوروں سے کام لینا ہوگا۔ وہ دونوں صندوق نہر کی تہ میں ہوں گے، اور ہاں میرا ریوالور بھی!"

تمثیلہ خیالات میں کھوئی ہوئی آبادی سے کافی دور نکل آئی اور پھر ایک جگہ اسے رکنا پڑا۔ یہاں ایک فوجی جیپ کھڑی تھی۔ اس میں ایک لفٹیننٹ اور دو معمولی فوجی سپاہی تھے۔

تمثیلہ کار کا انجن بند کر کے نیچے اتر آئی۔ اس نے اچانک فیصلہ کیا تھا کہ وہ کچھ دیر اس لفٹیننٹ سے باتیں کرے گی۔ اسے اپنے اخبار کے لیے کچھ مواد بھی تو جمع کرنا تھا۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں؟" لفٹیننٹ نے اسے شک کی نظر سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

جواب میں تمثیلہ نے کچھ کہے بغیر اپنے کاغذات لفٹیننٹ کو دکھا دیے۔ انھیں دیکھتے ہی اس کا رویہ بدل گیا۔ "میں معافی چاہتا ہوں خاتون! اب آپ جا سکتی ہیں۔ دراصل میں آپ کو مقامی سمجھا تھا اور مقامی لوگوں پر ہمیں گہری نظر رکھنا پڑ رہی ہے۔ فوج کی نرم پالیسی سے یہ لوگ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"وہاں آفیسر!" تمثیلہ نے کہا۔ "انھی لوگوں کی وجہ سے گوریلوں کو ابھرنے کا موقع مل گیا ہے۔"

"سر! ایک ٹیکسی آ رہی ہے۔" معاً جیپ میں بیٹھے ہوئے سپاہیوں میں سے ایک بلند آواز میں بولا۔

لفٹیننٹ نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی تمثیلہ کی نظر بھی مخالف سمت سے آتی ہوئی ایک ٹیکسی پر جم گئی۔

ٹیکسی رکوالی گئی۔ ایک بڑا سوٹ کیس اس کی چھت پر رکھا ہوا تھا۔

تمثیلہ ٹیکسی کے قریب نہیں گئی۔ وہ اپنی کار سے ٹیک لگائے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ ٹیکسی سے اترنے والی ایک لڑکی تھی۔ اس نے شلوار سوٹ پر لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ سرخ رنگ کے اسکارف میں اس کے چہرے پر بڑی معصومیت نظر آ رہی تھی۔ اس کی عمر کے بارے میں بائیس چوبیس سال کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ وہ لفٹیننٹ کے کسی سوال کا جواب دے رہی تھی لیکن درمیانی فاصلہ اتنا تھا کہ تمثیلہ اس کی آواز نہ سن سکی۔

تھوڑی دیر بعد لفٹیننٹ نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اجازت دینے سے پہلے اس نے ٹیکسی کی تلاشی بھی لی تھی۔ پھر وہ تمثیلہ کی طرف پلٹا۔

"تلاشی اس لیے لینا پڑتی ہے کہ گوریلوں کے لیے اسلحہ ادھر سے ادھر لے جایا جا رہا ہے۔" لفٹیننٹ نے بتایا۔

تمثیلہ کی نظر دور ہوتی ٹیکسی پر جمی ہوئی تھی۔

"غالباً یہ لڑکی مقامی ہوگی!" تمثیلہ نے پوچھا۔

"جی ہاں! رنگ نگر میں اپنے کسی عزیز سے ملنے آئی ہے۔"

تمثیلہ چند منٹ اور رکنے کے بعد واپس ہوٹل کی طرف روانہ ہوگئی۔ ان چند منٹوں میں اس نے لفٹیننٹ سے کچھ معلومات حاصل کیں۔ اب وہ وادی میں ہنگاموں کے بارے میں ایک اچھا خاصا مضمون تیار کر سکتی تھی۔ تمثیلہ نے سوچا کہ وہ یہ کام آج ہی کر ڈالے گی اور کل صبح وہ مضمون اپنے اخبار کے پتے پر روانہ کر دے گی۔

ہوٹل پہنچ کر تمثیلہ نے کار گیرج میں کھڑی کی اور انگلی میں چابی گھماتی ہوٹل میں داخل ہوئی۔ ہال میں قدم رکھا ہی تھا کہ وہ چونک پڑی۔ ایک میز پر راجن نظر آیا تھا لیکن تمثیلہ اس لڑکی کو دیکھ کر چونکی تھی جو راجن کے ساتھ بیٹھی تھی۔ یہ وہی سرخ اسکارف والی

لڑکی تھی جس کی ٹیکسی لفٹیننٹ نے روکی تھی۔

راجن نے بھی تمثیلہ کو دیکھ لیا اور اس انداز میں اپنے سر کو جنبش دی جیسے اسے اپنی میز پر آنے کی دعوت دے رہا ہو۔ تمثیلہ مسکراتی ہوئی بڑھی۔ اب اس لڑکی نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی لڑکی کا منہ تھوڑا سا کھل گیا۔ غالباً یہ حیرت کی علامت تھی۔

"تشریف رکھیے!" راجن نے تمثیلہ سے کہا "اور ان سے ملیے! یہ میری ایک عزیزہ ہیں۔ مجھ سے ملنے کافی دور سے یہاں آئی ہیں۔ مس شہنیلا.... اور شہنیلا! ان سے ملو۔ یہ مس نگار ہیں، میری ایک نئی لیکن اچھی دوست!"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی" شہنیلا نے تمثیلہ سے مصافحہ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "غالباً ہم تھوڑی ہی دیر قبل ایک دوسرے کو دیکھ چکے ہیں"

"اچھا!" راجن کے لہجے میں حیرت تھی "یہ واقعہ کہاں پیش آ گیا تھا؟"

"رنگ نگر کے پہلے موڑ کے قریب جہاں سے چڑھائی شروع ہوتی ہے" شہنیلا نے کہا "میں ابھی تمھیں بتا چکی ہوں کہ ایک فوجی آفیسر نے مجھے روک کر ٹیکسی کی تلاشی لی تھی"

"مجھے بھی تلاشی ہی کے لیے روکا گیا تھا" تمثیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "مجھ سے ان گنت سوال بھی کیے گئے تھے۔ بدقت تمام چھٹکارا نصیب ہوا" تمثیلہ نے خاموش ہو کر ٹھنڈا سانس لیا اور بولی "اب تو یہ سب کچھ برداشت کرنا ہی پڑے گا"

"لیکن آپ اتنی دور چلی کیوں گئی تھیں؟" راجن نے کہا۔

"بس یونہی پھرتی پھراتی اِدھر نکل گئی تھی۔ آج موسم اچھا ہے"

پھر کچھ دیر تک موسم ہی کی باتیں ہوتی رہیں۔ اچانک تمثیلہ نے محسوس کیا کہ وہ دونوں اس کی وجہ سے اپنے ذہن پر بار محسوس کر رہے ہیں۔ غالباً وہ اس کی وجہ سے آپس میں کھل کر گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔

یہ محسوس کرتے ہی تمثیلہ اجازت لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

جب وہ اپنے کمرے میں پہنچی تو اس کی آنکھوں میں غور و فکر کی جھلکیاں تھیں۔ شہنیلا کی آمد نے اسے کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ شہنیلا کا تعلق بھی انھی لوگوں سے ہے جن کے لیے راجن کام کر رہا تھا۔

تمثیلہ کو گزشتہ رات کا واقعہ اچھی طرح یاد تھا جب راجن نے اس کی میز کے قریب آ کر آہستہ سے "سیاہ رات" کہا تھا۔ راجن سے یہ حرکت غلط فہمی ہی کی بنا پر ہوئی تھی۔ غالباً اسے شہنیلا ہی کے آنے کی اطلاع ہو گی لیکن شہنیلا کسی وجہ سے ایک دن لیٹ ہو گئی۔ راجن اسے پہچانتا نہ ہوگا اس لیے تمثیلہ ہی کو شہنیلا سمجھ بیٹھا لیکن اب وہی لڑکی آ پہنچی تھی جس کا راجن کو انتظار تھا۔ غالباً ان دونوں نے خفیہ الفاظ ہی کے ذریعے ایک دوسرے کو شناخت کیا ہوگا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ لڑکی کون تھی؟ یہاں کیوں آئی تھی؟ نیز یہ کہ راجن کو اس کا انتظار کیوں تھا؟

شام ساڑھے چار بجے تک تمثیلہ اپنے کمرے میں رہی، پھر وہ نیچے ڈائننگ ہال میں پہنچ گئی۔ وہ کافی پی رہی تھی کہ راجن اور شہنیلا ہال میں داخل ہوئے وہ کمروں ہی کی طرف سے آئے تھے۔ انھوں نے تمثیلہ ہی کی میز کا رخ کیا۔ شہنیلا اس وقت بھی سرخ اسکارف باندھے ہوئے تھی۔

ویٹر کافی لے آیا تھا۔ تمثیلہ ان دونوں کے لیے بھی کافی بنانے لگی۔ اس وقت راجن نے گھڑی دیکھی۔

"کیا آپ کو کہیں جانا ہے؟" تمثیلہ نے پوچھا۔

"جانا تو ہے لیکن ابھی نہیں۔ ساڑھے پانچ بجے کا پروگرام ہے"

تمثیلہ کو فوراً گزشتہ روز کا واقعہ یاد آ گیا۔ راجن کتنی جلدی میں رخصت ہوا تھا۔ اس وقت چھ بجے تھے اور اس کے انداز سے ظاہر ہوا تھا کہ اسے دیر ہو گئی تھی۔ کیا آج بھی اسے وہیں جانا ہے جہاں کل گیا تھا؟

"اتنی سردی میں کہاں جائیں گے؟" تمثیلہ نے کہا۔

"سردی" راجن ہنسا پھر بولا "میں کسی بھی قسم کے موسم کو اپنے پروگرام پر اثر انداز نہیں ہونے دیتا"

"غالباً آپ اکیلے ہی جائیں گے" تمثیلہ نے کہا اور پھر شہنیلا کی طرف دیکھنے لگی۔

"جی نہیں" شہنیلا نے مسکرا کر کہا "میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی"

"دراصل یہاں میرے ایک جاننے والے رہتے ہیں۔ شہنیلا کو انھی سے ملانے کا پروگرام ہے" راجن بولا۔

تمثیلہ نے سر ہلا دیا۔ وہ زیادہ کرید نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ٹھیک ساڑھے پانچ بجے راجن اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہی شہنیلا نے بھی کرسی چھوڑ دی۔

"اچھا مس نِگار! اب رات کے کھانے پر ملاقات ہوگی۔" راجن نے کہا۔

وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پھر باہر گئے ہی تھے کہ تمثیلہ نے بھی کرسی چھوڑ دی۔

میجر پرمود نے دوربین آنکھوں سے لگا رکھی تھی۔ اُس نے دُور تک کا جائزہ لے کر دُوربین ہاتھوں سے چھوڑ دی اور وہ تسموں کی وجہ سے اس کی گردن سے جھولتی رہ گئی۔

یہ گلیشیر ہوٹل کے ایک کمرے کی بالکونی تھی۔ ہوٹل کا یہ کمرہ پرمود نے آج ہی کرائے پر حاصل کیا تھا۔ اس کمرے کی بالکونی سے وہ ماسٹر فیٹی کی رہائش گاہ کے صدر دروازے پر نظر رکھ سکتا تھا۔ گو کہ ماسٹر فیٹی کی رہائش گاہ یہاں سے قریب نہیں تھی لیکن دُوربین کی مدد سے پرمود اس پر نظر رکھ سکتا تھا۔

گزشتہ رات کے واقعات نے پرمود کو یقین دلا دیا تھا کہ گوریلوں سے ماسٹر فیٹی کا کوئی گہرا تعلق ہے۔ اسمگلروں نے جو صندوق نہر میں پھینکے تھے انھیں نکالا جا چکا تھا۔ دونوں صندوقوں میں دستی بم پائے گئے تھے۔ جو اسمگلر گرفتار ہوئے تھے انھوں نے ماسٹر فیٹی سے اپنے تعلق کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ہاں اس بات کے معترف ضرور ہوئے تھے کہ دستی بم انھوں نے گوریلوں کے لیے راجیشیائی علاقے سے اسمگل کیے تھے۔ انھوں نے اس بات سے صاف انکار کر دیا کہ کوئی صندوق اسمگل آؤٹ بھی کیا گیا تھا۔ انھوں نے یہ بتانے سے بھی انکار کر دیا تھا کہ وہ دستی بموں کے صندوق کہاں پہنچانے تھے۔ تحقیقات پر یہ بات بھی ثابت ہو گئی تھی کہ وہ لوگ مچھیرے نہیں بلکہ مچھیروں کے بھیس میں چھاپا مار فوجی تھے۔

اب تک کے تجربے سے یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ یہ چھاپا مار فوجی بہت سخت جان تھے۔ تشدد سے ان کی زبان نہیں کھلوائی جا سکتی تھی اس لیے ان سب کو گولی سے اُڑایا جا چکا تھا۔

دوسری طرف شرابی کے قاتل سے بھی پوچھ گچھ جاری تھی لیکن ابھی تک اس سے کچھ نہیں معلوم ہو سکا تھا۔ وہ بار بار یہی کہتا تھا کہ اس شرابی کو اس نے ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے قتل کیا تھا۔ پرمود کو اس سے کچھ معلوم ہونے کی توقع تھی بھی نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ بتا سکتا تھا کہ ماسٹر فیٹی گوریلوں سے تعلق رکھتا ہے لیکن وہ تعلق کس قسم کا ہے یہ اس کے فرشتے بھی نہیں بتا سکتے تھے۔

شام ہو چکی تھی اور گھور تاریکی پھیلنے میں اب زیادہ وقت

قمقمے

معلوم ہے اس نے اپنے بچوں کے نام کس ترتیب سے رکھے ہیں، البرٹ، ایتھل، جارج اور چینگ شی! اس نے کہیں پڑھ لیا تھا کہ دنیا میں ہر چوتھا پیدا ہونے والا بچہ چینی ہوتا ہے۔

میں اس سے پانچ سال تک نہیں بولا۔ اس کی وجہ لڑائی نہیں تھی بلکہ اس نے مجھے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

پچھلا ہفتہ بھی کیا خوب گزرا۔ دو مرتبہ بارش ہوئی۔ ایک مرتبہ تین دن کے لیے اور دوسری مرتبہ چار روز تک!

سراج

نہیں رہ گیا تھا کہ دُوربین کے شیشوں نے دو متحرک دھبوں کو واضح کیا جو ماسٹر فیٹی کے گھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پرمود نے محسوس کیا کہ ان میں ایک عورت تھی جس نے اپنے سر پر سُرخ اسکارف باندھ رکھا تھا۔

پرمود اس جوڑے کو ماسٹر فیٹی کے مکان کی طرف بڑھتے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک ہی ایک تیسرا انسانی وجود بھی دُوربین کی زد میں آیا۔ یہ بھی کوئی عورت ہی تھی۔ پرمود کے مُنہ سے تحیّر زدہ سی سیٹی کی آواز نکلی کیونکہ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ دوسری عورت اس جوڑے کی نظروں سے بچنے کی کوشش کرتی ہوئی اس کا تعاقب کر رہی تھی اور غالباً وہ جوڑا اپنے اس تعاقب سے بے خبر تھا۔

ماسٹر فیٹی کے مکان اور گلیشیر ہوٹل کا درمیانی فاصلہ اتنا تھا کہ دوربین کے لینس ان تینوں کے چہروں کے نقوش واضح کرنے میں ناکام تھے۔ بہرحال پرمود ان تینوں کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے دیکھتے دیکھتے وہ جوڑا ماسٹر فیٹی کے مکان کے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ کچھ وقت دروازہ کھُلنے میں لگا۔ پھر وہ دونوں اندر چلے گئے۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ تعاقب کرنے والی باہر ہی رہ گئی تھی۔

وہ عورت کون تھی؟ اس نے اس جوڑے کا تعاقب کیوں کیا تھا؟ اس طرح تعاقب کرنا اس بات کی علامت تھی کہ وہ گوریلوں کے خلاف کام کر رہی تھی لیکن گوریلوں کے خلاف کام کرنے والی عورت کون ہو سکتی تھی؟ اچانک پرمود کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے حلق سے ایک سرگوشی ابھری ہو، لیڈی بلیک!

پرمود چونک کر کھڑا ہو گیا لیکن دُوربین اب بھی اس کی آنکھوں سے لگی ہوئی تھی۔ وہ بار بار دُوربین کے لینس کو حرکت دینے لگا مگر

اس عورت کے نقوش واضح نہ ہو سکے۔ اب وہ عورت جھیل کی طرف جا رہی تھی۔

پرمود نے ایک ٹھوکر سے کرسی ایک طرف سرکائی اور تیزی سے کمرے میں آیا۔ کمرے سے نکل کر وہ راہداری میں پہنچا۔ اس نے بڑی پھرتی سے کمرہ مقفّل کیا اور زینوں کی طرف دوڑا۔ ہوٹل سے نکل کر وہ تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہا تھا۔

ماسٹر فیٹی کے مکان تک پہنچتے پہنچتے مکمل تاریکی پھیل گئی۔ اب پرمود جھیل کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے ہوٹل کے کمرے کی بالکونی سے اس عورت کو جھیل ہی کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔

"لیڈی بلیک!" وہ بڑبڑایا۔ "اگر یہ تم ہی ہو تو آج بے نقاب ہو جاؤ گی۔"

وہ جھیل کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں چند ایک ماہی گیر دکھائی دے رہے تھے لیکن اس عورت کا پتا نہ تھا۔ پرمود تھک ہار کر ماسٹر فیٹی کے مکان کی طرف پلٹا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس جوڑے ہی کو چیک کرے جس کا تعاقب اس عورت نے کیا تھا۔ وہ عورت پرمود کے شبہے کے مطابق لیڈی بلیک بھی ہو سکتی تھی۔

ماسٹر فیٹی کا مکان تاریکی اور سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ پرمود ایک جگہ آڑ میں کھڑا ہو کر اس کے دروازے کی نگرانی کرنے لگا۔

ساڑھے سات ہو چکے تھے جب مکان کا دروازہ کھلتا نظر آیا۔ دو سائے باہر آئے۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔

اب پرمود ان کے قریب تھا لیکن اب اندھیرے کی وجہ سے ان کے نقوش نہ دیکھ سکا لیکن اتنا اندازہ تو ہو ہی سکتا تھا کہ وہ ایک عورت اور ایک مرد تھے اور غالباً وہی دونوں تھے جن کا تعاقب ایک نامعلوم عورت نے کیا تھا۔ پرمود نے ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ تعاقب کا خاتمہ گلپوش ہوٹل پر ہوا۔ وہ دونوں اندر چلے گئے۔ پرمود برف سے ڈھکے ہوئے ایک ٹیلے کی آڑ سے دروازے کی طرف دیکھتا رہا جہاں ہوٹل کا چوکیدار اس غضب کی سردی میں بھی اپنی ڈیوٹی پر مستعد تھا۔

کچھ سوچ کر پرمود آگے بڑھا اور چوکیدار کے قریب جا رکا۔ اس نے باتوں باتوں میں چوکیدار سے معلوم کر لیا کہ وہ دونوں اسی ہوٹل میں رہتے تھے۔

تمثیلہ اس بات سے بے خبر تھی کہ "خطرہ" اس کے سر پر سے گزر گیا ہے۔ اس کی لیڈی بلیک والی شخصیت بے نقاب ہوتے ہوتے بال بال بچی تھی۔ اگر وہ تھوڑی دیر ماسٹر فیٹی کے مکان کے قریب رُکی رہتی تو پرمود اسے دیکھ ہی لیتا۔

وہ راجن اور شہنیلا کا تعاقب کرتی ہوئی اس مکان تک پہنچی تھی۔ ماہی گیروں سے مکان کے مالک کا نام بھی معلوم کر لیا تھا، ماسٹر فیٹی! اور پھر اس نے سوچا تھا کہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے شبہات درست ہی ثابت ہوں۔ ممکن تھا کہ راجن نے ٹھیک ہی کہا ہو۔ یعنی وہ شہنیلا کو اپنے کسی دوست سے ملانے لے گیا ہو۔ وہ دوست جس کا نام ماسٹر فیٹی تھا۔

بہرحال تمثیلہ وہاں سے واپس ہوٹل آ گئی تھی اور پھر اس نے ریڈیو کھولا تھا کہ گوریلوں کی خفیہ نشر گاہ کا پروگرام سُن سکے۔

پروگرام شروع ہو چکا تھا۔ جنگی نغمے ہو رہے تھے۔ گویا خبریں ختم ہو چکی تھیں۔ تمثیلہ کو ان جنگی نغموں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر وہ ریڈیو کھولے بیٹھی رہی کہ ان نغموں کے بعد فیچر تو سُن ہی سکے گی۔

نغموں کے خاتمے پر ریڈیو سے آواز ابھری۔

"گوریلا بھائیوں کے لیے جنگی نغموں کا پروگرام ختم ہوا۔ یہ آزاد گلپوش ریڈیو ہے۔ اب آپ فیچر سنیں، گلپوش کی باتیں! آج کے فیچر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں آپ ایک نسوانی آواز بھی سُن سکیں گے۔"

تمثیلہ کا منہ تھوڑا سا کھل گیا تھا اور آنکھوں میں بھی تحیّر کی جھلک موجود تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آج ہی شہنیلا یہاں پہنچی ہے اور آج ہی اس پروگرام میں ایک نسوانی آواز کا اضافہ ہو گیا ہے۔ کیا یہ بات کسی نتیجے تک پہنچنے میں مدد دے سکتی ہے؟

فیچر شروع ہوا۔ تمثیلہ پوری توجہ سے سننے لگی مگر آج اس کی توجہ صرف ان آوازوں پر مرکوز تھی۔ وہ آوازیں جو راجن اور شہنیلا کی آوازوں سے مختلف تھیں لیکن جب تمثیلہ نے لہجے کے اُتار چڑھاؤ پر بھرپور توجہ دی تو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی کہ کہیں کہیں راجن اور شہنیلا کے لہجوں کا پرتو جھلکنے لگتا ہے۔

تمثیلہ کے جسم میں سنسناہٹ پھیل گئی۔ فیچر پیش کرنے والے راجن اور شہنیلا ہی ہو سکتے تھے۔ تمثیلہ نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔ آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ خفیہ نشر گاہ ماسٹر فیٹی ہی کے گھر میں قائم ہے۔ راجن اور شہنیلا وہیں تو گئے تھے اور اب ان کی آوازیں ریڈیو سے سنائی دے رہی تھیں۔

وہ دونوں آوازیں بدل کر بول رہے تھے اور اس میں انتہائی کامیاب تھے۔ سننے والے کو یہ احساس نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ آوازیں

بدل کر بول رہے ہیں۔
تمثیلہ خیالات میں اس طرح کھوئی کہ اسے احساس ہی نہ ہوسکا کہ پروگرام کب ختم ہوا تھا۔ جب وہ چونکی تو ریڈیو خاموش تھا۔ تمثیلہ نے ایک طویل سانس لے کر ریڈیو کا سوئچ آف کیا اور گھڑی دیکھی۔
اب وہ دونوں آتے ہی ہوں گے تمثیلہ نے سوچا اور اُٹھ کھڑی ہوئی کمرے سے نکل کر اس نے دروازہ مقفل کیا اور ہال میں آگئی۔ ہال چاروں طرف سے بند تھا کہ روشنی باہر نہ جاسکے۔
آخر وہ دونوں ہوٹل میں داخل ہوتے نظر آئے۔ ان کی نظریں تمثیلہ سے ٹکرائیں اور پھر وہ اسی کی طرف بڑھتے چلے آئے۔
"کیا آپ جب سے یہیں بیٹھی ہیں؟" شہنیلا بولی۔
"جب سے یہاں ہوتی تو آپ کو اس میز پر نظر آتی جہاں آپ لوگ مجھے چھوڑ کر گئے تھے۔" تمثیلہ نے مسکرا کر کہا۔
راجن دھیرے سے ہنس دیا۔
اس رات تمثیلہ نے گفتگو کے دوران میں گوریلوں سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ وہ راجن اور شہنیلا کو رفتہ رفتہ راہ پر لانا چاہتی تھی۔ تمثیلہ کی توقع کے مطابق ان دونوں ہی نے تمثیلہ کے اس خیال سے اتفاق کیا اور اس کے خیال کو سراہا کہ انھیں گوریلوں کی مدد کرنا چاہیے۔
"اوہو!" راجن اچانک بڑبڑایا۔
تمثیلہ اور شہنیلا کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں جدھر وہ دیکھ رہا تھا۔ بلگارنوی فوج کا ایک کیپٹن کاؤنٹر پر کھڑا کلرک سے کچھ معلوم کر رہا تھا۔

II

میجر پرمود ہوٹل کے چوکیدار سے باتیں کرنے کے بعد کچھ ہی دور چلا تھا کہ اسے اپنی پشت پر کسی قسم کی آواز محسوس ہوئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھنا چاہا مگر اسے ایسا دھکا لگا کہ وہ برف پر گرا۔ دو آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پرمود کے دونوں ہاتھ برف میں دھنس کر کسی پودے کی شاخوں میں الجھ گئے، الجھے بھی ایسے کہ بغیر جھٹکے کے چھٹکارہ مشکل تھا اور پوزیشن ایسی ہو گئی تھی کہ پرمود جھٹکا انہیں دے سکتا تھا۔ وہ دونوں اس پر چھا گئے تھے اور اسے ریشمی ڈوری سے باندھ لینے کی فکر میں تھے۔
شاید وہ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتے اگر اسی وقت پرمود کے ذہن کی وہ قوت کام نہ کر جاتی جو ایسے ہی نازک موقعوں پر بڑی تیزی سے حرکت میں آجاتی تھی۔

"سیاہ رات"، پرمود کے مُنہ سے نکلا۔
یکلخت حملہ آوروں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ بڑی جلدی اور غالباً بوکھلاہٹ کے عالم میں پرمود سے علیحدہ ہوئے تھے اور پھر ان کے مُنہ سے بیک وقت نکلا تھا "صبح کی تلاش"۔
پرمود نے ایک جھٹکے سے اپنے دونوں ہاتھوں کو برف میں دبے ہوئے پودے کی شاخوں سے نکال لیا۔
"اب جہنم کی تلاش میں جاؤ۔" پرمود نے یہ کہتے ہوئے اپنے قریب والے آدمی کی گردن پر کھڑا ہاتھ مارا۔
مُنہ سے ذرا بھی آواز نکالے بغیر وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح برف پر ڈھیر ہو گیا۔ اپنے ساتھی کے اس انجام کو دیکھتے ہی دوسرے کو شاید دھوکا کھا جانے کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ فوراً ہی پرمود پر ٹوٹ پڑا لیکن اب تو پرمود ہر قسم کی ہنگامہ آرائی کے لیے تیار ہو ہی چکا تھا۔ اس کا گھونسا حملہ آور کی ٹھوڑی پر پڑا۔
"ہک!" عجیب سی آواز کے ساتھ حملہ آور چت گرا۔
پرمود نے اس پر چھلانگ لگائی اور سینے پر چڑھ بیٹھا۔ وہ اسے ہلاک تو نہیں لیکن بیہوش ضرور کرنا چاہتا تھا۔ اس کے آہنی گھونسے ہتھوڑے کی طرح حملہ آور کے چہرے پر پڑنے لگے۔
یہ جگہ ہوٹل سے زیادہ دور نہیں تھی لیکن درمیان میں ایک ٹیلا حائل ہو جانے کی وجہ سے ہوٹل کا چوکیدار اس ہنگامے سے باخبر نہیں ہو سکتا تھا۔ حملہ آور کے حلق سے ہلکی ہلکی چیخیں نکل رہی تھیں۔
اچانک پرمود نے ایک آواز سنی "کون ہے؟ خبردار!"
پرمود نے چونک کر دیکھا۔ وہ بلگارنوی فوجیوں کے نرغے میں تھا۔ برف کی وجہ سے ان لوگوں کی آہٹ نہیں سنائی دی تھی۔
"کھڑے ہو جاؤ!" تحکمانہ لہجے میں کہا گیا۔
حریف کے مُنہ سے اب ذرا بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ غالباً وہ بیہوش ہو چکا تھا۔ پرمود اسے چھوڑ کر بڑے اطمینان سے کھڑا ہو گیا اور اپنے لباس سے برف کے ذرّات جھاڑتے ہوئے اتنی صفائی کے ساتھ جیب سے سنہرا سکہ نکالا کہ بلگارنوی فوجی اس کی یہ حرکت دیکھ ہی نہ سکے ہوں گے۔
"تم کون ہو؟ کیا تم نے ان دونوں کو ہلاک کر دیا ہے؟"
"ملاحظہ فرمایئے!" پرمود نے سکہ اس آفیسر کی طرف بڑھا دیا جس نے سوال کیا تھا۔
یہ شناختی نیج دیکھتے ہی اس آفیسر نے پرمود کو سیلوٹ کیا اور

باقی فوجی دم بخود کھڑے رہ گئے۔
"آپ لوگ ادھر کیسے؟" پرمود نے بیج واپس لیتے ہوئے کہا۔
"ہم گشت پر تھے۔"
"آپ کی چوکی یہاں سے کتنی دور ہے؟" پرمود نے پوچھا۔
"تین فرلانگ تو ہو گی۔"
"ان دونوں کو اٹھوا کر وہاں لے چلیے!" پرمود نے حملہ آوروں کے ساکت پڑے ہوئے جسموں کی طرف اشارہ کیا۔
پھر اپنے آفیسر کی ہدایت پر دو تنومند فوجی انھیں اٹھانے کے لیے بڑھے۔ ان میں سے ایک جیسے بے اختیار ہو کر بولا "ارے! یہ تو شاید مر گیا ہے۔"
"گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔" پرمود نے لاپروائی سے کہا۔
"اوہ!" آفیسر بولا "کیا یہ گوریلے ...."
"ہاں ... غالباً۔" پرمود نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔
پھر وہ سب وہاں سے چل پڑے۔ پرمود ان کے ساتھ چل رہا تھا۔ چوکی تین فرلانگ سے کم فاصلے پر تھی۔ کم از کم پرمود کا اندازہ یہی تھا کہ ڈھائی فرلانگ سے زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ یہ چوکی دراصل ایک چھوٹا سا مکان تھی۔
پرمود کی ہدایت پر بیہوش گوریلے کو ہوش میں لانے کی کوشش کی جانے لگی۔ کمرے میں پرمود اور ملٹری آفیسر کے علاوہ صرف دو سپاہی تھے۔ جو گوریلے کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس سے پہلے گوریلے کے لباس کی تلاشی لے لی گئی تھی اور اس کی چیزیں ہلاک ہونے والے گوریلے کے لباس سے برآمد ہونے والی اشیا کے ساتھ میز پر ڈھیر کر دی گئی تھیں۔ پرمود نے ان تمام چیزوں کا جائزہ لیا اور پھر انھیں لاپروائی سے میز کے دوسرے کونے کی طرف سرکا دیا۔ اتنے میں گوریلے کو ہوش آ گیا اور پھر وہ دم بخود رہ گیا کیونکہ ایک سپاہی نے اپنی رائفل اس کی طرف سیدھی کر دی تھی۔
"تم دونوں باہر جاؤ اور دروازے پر رکو۔" پرمود نے سپاہیوں سے کہا۔
وہ دونوں ایڑیاں بجا کر کمرے سے نکل گئے۔
"بیٹھ جاؤ!" پرمود نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔
گوریلا ابھی فرش ہی پر تھا۔ وہ چپ چاپ اٹھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔
"اِدھر دیکھو!" پرمود نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

گوریلے نے سر اٹھایا۔ اس کے چہرے پر کئی جگہ سوجن تھی اور نقوش بگڑ کر رہ گئے تھے۔ پرمود نے اس کی مرمّت ہی ایسی شدید کی تھی۔
"تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا؟" پرمود نے پوچھا۔
وہ خاموش رہا۔
"کیا تم ماسٹر فیٹی کے گھر سے میرے تعاقب میں تھے؟"
وہ اب بھی چپ رہا لیکن پرمود کی زبان سے ماسٹر فیٹی کا نام سنتے ہی ملٹری آفیسر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔
پرمود نے اس کی طرف توجہ نہیں دی۔ وہ کھا جانے والے انداز میں گوریلے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اچانک وہ غرّایا "میں چاقو سے تمھاری آنکھیں نکال لوں گا!" پرمود کے لہجے میں بلا کی سفاکی تھی۔
گوریلا اب بھی خاموش تھا۔ پرمود نے فوراً اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا شکاری چاقو نکالا۔ اس کے کھلنے کی آواز کمرے میں گونج گئی۔ پرمود گوریلے کی طرف بڑھا۔ گوریلے کی آنکھیں چمکتے ہوئے چاقو پر مرکوز تھیں اور پیشانی پر پسینے کے قطرات چمکنے لگے تھے۔ غالباً اس نے پرمود کے لہجے سے محسوس کر لیا تھا کہ آنکھیں نکالنے والی بات محض دھمکی ہی نہیں ثابت ہو گی۔ پرمود اس کے قریب پہنچ گیا۔
"ہم ... ہم نے ... تمھارا تعاقب نہیں کیا تھا۔" گوریلے کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی۔
"حملہ کیوں کیا تھا؟" پرمود نے سوال کیا۔
"ہم ... اِکّا دُکّا لوگوں پر حملہ کر کے ... انھیں لوٹ لیتے ہیں۔"
"بکواس۔" پرمود غرّایا "تم مجھے باندھ کر لے جانے کی فکر میں تھے۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے ماسٹر فیٹی کے مکان سے میرا تعاقب کیا تھا۔ اپنی آنکھوں کی شامت نہ بلواؤ اور صحیح جوابات دو۔" پھر پرمود نے لہجے میں زور پیدا کرتے ہوئے کہا "تم دونوں ماسٹر فیٹی کے مکان سے میرے تعاقب میں لگے تھے۔"
"ہاں۔" گوریلے کے لہجے میں مردنی تھی۔
"پوری بات بتاؤ۔"
"ہماری ڈیوٹی یہ تھی کہ ماسٹر فیٹی کے مکان کے گرد منڈلاتے رہا کریں اور اگر کوئی اس مکان میں دلچسپی لیتا نظر آئے تو اسے اغوا کر کے لے جائیں اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو پھر جیسا موقع ہو ویسا کریں۔"

”ماسٹر فیٹی کے مکان میں کیا ہے؟“

”ہم نہیں جانتے۔ ہم کبھی مکان کے اندر نہیں گئے“

”تم نے وہیں دیکھا تعاقب مجھے؟“

”ہاں!“

”پھر؟“

”تم مکان سے نکلنے والے ایک مرد اور عورت کا تعاقب کر رہے تھے۔ ہم نے تمھارا تعاقب شروع کیا۔ اس طرح ہم گلپوش ہوٹل تک پہنچے۔ وہاں تم نے چوکیدار سے ان دونوں کے بارے میں باتیں کیں۔ ہم ایک نشیب میں چھپے ہوئے باتیں سن رہے تھے۔ پھر جب تم وہاں سے روانہ ہوئے تو ہم نے تم پر حملہ کیا!“

پرمود نے فوراً ہی کوئی اور سوال نہیں کیا۔ وہ بڑے غور سے گوریلے کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اس کی باتوں کے وزن کا اندازہ کرنا چاہتا ہو۔

”تم مجھے لے کر کہاں جاتے؟“ پرمود نے اچانک سوال کیا۔

گوریلا خاموش رہا۔

”جواب دو!“ پرمود غرّایا۔

”یہ میں ہرگز نہیں بتاؤں گا، خواہ تم میری آنکھیں نکال دو“ گوریلے نے کہا ”تمھاری باتوں سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تمھیں ماسٹر فیٹی کے مکان کی اہمیّت کا اندازہ ہو چکا ہے ورنہ ماسٹر فیٹی کے مکان کا نام بھی میری زبان پر ہرگز نہ آتا“

پرمود کے حلق سے پھر غرّاہٹ کی آواز نکلی اور اس کا چاقو آہستہ آہستہ گوریلے کی آنکھوں کی طرف بڑھنے لگا۔ گوریلے کے سارے چہرے سے پسینہ پھوٹ پڑا لیکن اس نے اپنے سر کو بالکل حرکت نہیں دی۔ چاقو کی نوک اس کی داہنی آنکھ کے قریب پہنچ چکی تھی۔ پھر اچانک پرمود کا الٹا ہاتھ اس کے مُنّہ پر پڑا۔ وہ کرسی سمیت الٹ کر فرش پر جا گرا۔

”اب آپ اسے اپنے چارج میں لے لیجیے“ پرمود نے ملٹری آفیسر سے کہا۔

”ملٹری آفیسر نے سپاہیوں کو بُلایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ گوریلے کو لے جا کر بند کر دیں۔

دونوں سپاہی رائفلوں کی زد میں گوریلے کو وہاں سے لے گئے۔

”اب آپ کو میرا ایک کام کرنا ہے“ پرمود نے ملٹری آفیسر سے کہا۔

”فرمایئے!“

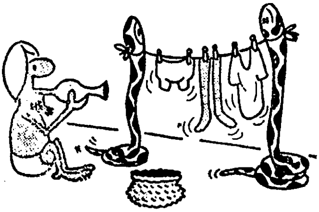

”آپ گلپوش ہوٹل جایئے اور وہاں کا رجسٹر دیکھ کر معلوم کیجیے کہ پرسوں سے اب تک وہاں کس کس نے آکر قیام کیا ہے۔ میں یہ ابھی معلوم کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ وہاں ظاہر یہ کریں گے کہ آپ کو راجن نامی ایک آدمی کی تلاش ہے جو آج ہی رنگ نگر پہنچا ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھ رہے ہیں نا؟“

”جی ہاں، بالکل!“

”آپ فوراً روانہ ہو جایئے“

ملٹری آفیسر کی روانگی کے فوراً بعد پرمود برآمدے میں نکل آیا۔ یہاں چند فوجی کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اسے دیکھ کر چُپ ہو گئے لیکن جب پرمود ان سے الگ ایک ستون سے ٹک کر کھڑا ہو گیا تو وہ پھر باتیں کرنے لگے۔ ان کا موضوع آزاد گلپوش ریڈیو تھا۔ دفعتہً پرمود کو چونک کر ان کی طرف متوجّہ ہو جانا پڑا۔ ان کی باتوں سے اسے ایک نئی بات معلوم ہوئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور بولا ”نسوانی آواز پہلے تو کبھی گوریلا ریڈیو کے پروگرام میں شامل نہیں ہوئی!“

”جی ہاں جناب! پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا“ ایک فوجی نے جواب میں کہا ”ریڈیو سے اعلان بھی کیا گیا تھا کہ نسوانی آواز آج پہلی بار اس پروگرام میں شامل ہو رہی ہے“

❋

بلگارنوی کیپٹن ہوٹل سے چلا گیا۔

”معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کیوں آیا تھا“ شہنیلا بولی۔

”اوہ۔۔۔ ہوگا کچھ۔۔۔ ہمیں کیا!“ راجن نے مُنّہ بنا کر کہا۔

”ٹھہرو، میں معلوم کرتی ہوں“ شہنیلا اٹھی اور کاؤنٹر کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

”مجھے ان باتوں سے وحشت ہوتی ہے“ راجن پھر بڑبڑایا۔

”معلوم کر لینے میں حرج بھی کیا ہے“ شہنیلا نے سر ہلا کر کہا ”کیا پتا ہوٹل میں کچھ گڑبڑ ہونے والی ہو اور یہاں مقیم دوسرے افراد کی طرح ہم لوگ بھی خواہ مخواہ کی پکڑ دھکڑ کی لپیٹ میں آجائیں“

راجن خاموش رہا لیکن اس کے چہرے سے بیزاری کا اظہار اب بھی ہو رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں شہنیلا واپس آگئی اور بولی "اس نے کلرک سے پوچھا تھا کہ کیا رابن نام کا کوئی آدمی آج یہاں آکر مقیم ہوا ہے؟ کلرک نے نفی میں جواب دیا تھا لیکن وہ بھلا کیوں اعتبار کرنے لگا۔ اس نے رجسٹر دیکھا اور مایوس ہونے کے بعد بڑے سخت لہجے میں کلرک سے کہا تھا کہ اگر رابن نام کا کوئی آدمی یہاں آکر قیام کرے تو ملٹری ہیڈ کوارٹر کو اس کی اطلاع دے دی جائے۔"

"ہمیں گوریلوں سے الگ تھلگ نہیں رہنا چاہیے" تمثیلہ تھوڑے توقف کے بعد پھر اصل موضوع پر آگئی "بلکہ اگر موقع پڑ جائے تو ہمیں ان کے کسی کام آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں" شہنیلا بولی۔

"معاف کیجیے گا مس نگار!" اچانک راجن نے کہا "آپ گوریلوں کے لیے کیا کر سکتی ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی کہ میں کیا کر سکتی ہوں لیکن اگر کوئی موقع پڑ گیا تو مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکے گا ضرور کروں گی۔ شاید اسی طرح میری زندگی کا وہ خلا پُر ہو جائے جس کی وجہ سے میری روح بے چین رہتی ہے۔"

"شاندار!" شہنیلا نے پُرمسرت لہجے میں کہا "آپ نے خوب بات سوچی ہے مس نگار! روحانی خوشی حاصل کرنے کا اس سے بہتر ذریعہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان خود کو ملک و قوم کے لیے وقف کر دے۔"

تمثیلہ نے پُرجوش و بھرپور تائید کی لیکن اس گفتگو کا سلسلہ اچانک ہی منقطع ہو گیا۔

شہنیلا نے جماہی لے کر کہا "اب نیند آ رہی ہے چل کر آرام کرنا چاہیے۔"

رسمی قسم کے الوداعی جملوں کے بعد وہ تینوں اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ان کے کمرے ایک ہی راہداری میں تھے۔ تمثیلہ کا کمرہ راہداری کے بیچ میں تھا۔ اس کی دائیں جانب تین کمرے چھوڑ کر چوتھے کمرے میں شہنیلا تھی اور بائیں طرف دو کمرے چھوڑ کر تیسرا کمرہ راجن کا تھا۔

یہ کمرے دراصل دو دو کمروں پر مشتمل تھے۔ ایک کو ڈرائنگ روم اور دوسرے کو خوابگاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔

اسی رات گیارہ بجے کے قریب اچانک خطرے کے سائرن بھیانک آوازیں چیخنے لگے۔ تمثیلہ اس وقت تک جاگ رہی تھی۔ اس نے کمرے میں اندھیرا ابھی نہیں کیا تھا۔ وہ فوراً بستر سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ دفعتہً کمرے کی روشنی بجھ گئی۔ تمثیلہ چونک پڑی لیکن پھر فوراً ہی اسے خیال آگیا کہ خطرے کے سائرن کی وجہ سے مین سوئچ آف کر دیا گیا ہو گا۔ کچھ وقت گزر جانے پر تمثیلہ کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئیں۔ وہ اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔

خطرے کا سائرن اب خاموش ہو چکا تھا لیکن دور کہیں طیارہ شکن توپوں کے دھماکے گونج رہے تھے۔

تمثیلہ ایک بار ٹہلتے ٹہلتے کھڑکی تک چلی گئی اور پھر اسے کھول کر باہر دیکھا۔ ایک طرف کا آسمان سرخ نظر آ رہا تھا۔ زبردست شیلنگ نے آسمان کے اس حصے میں جیسے آگ بھڑکا دی تھی لیکن تمثیلہ زیادہ دیر تک یہ منظر نہ دیکھ سکی۔ سرد ہوا کے جھونکے ناقابلِ برداشت تھے۔ اس نے کھڑکی کے پاٹ بھیڑ دیے اور پھر ٹہلنے لگی۔

وہ خیالات میں کھوئی ہوئی تھی کہ دفعتہً چونک پڑی۔ یوں محسوس ہوا تھا جیسے بیرونی دروازے کے دوسری طرف راہداری میں کوئی دبے قدموں چل رہا ہو۔ آہٹ دائیں جانب سے بائیں طرف گئی تھی۔

تمثیلہ کا دل دھڑک اٹھا۔ اس کے کمرے کے آگے سے چوروں کی طرح گزرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اسے شہنیلا کا خیال آیا۔ اس کا کمرہ دائیں ہی طرف تو تھا۔ شاید وہ راجن کے کمرے کی طرف گئی ہو مگر کیوں؟ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ تمثیلہ کمرے سے نکلنے کا فیصلہ کر بیٹھی۔ وہ دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھی اور اسے آہستگی سے کھول کر بائیں طرف جھانکا۔

تاریکی میں ایک ہیولا سا دکھائی دیا جو راجن کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ ہیولا کسی عورت ہی کا تھا اور وہ عورت شہنیلا کے علاوہ کون ہو سکتی تھی۔

تمثیلہ اپنے کمرے سے دبے قدموں بڑھی اور راجن کے کمرے کے سامنے پہنچ گئی۔ دروازہ بند تھا۔ اندر سے کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ تمثیلہ نے دروازے سے کان لگا دیے مگر اب بھی کچھ نہ سن سکی۔ شاید وہ دونوں اندرونی کمرے میں تھے۔

تمثیلہ نے وہاں کئی منٹ گزار دیے لیکن کسی قسم کی آواز سننے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ راہداری میں سردی کا اثر بھی کچھ زیادہ تھا اس لیے تمثیلہ کو واپس ہونا پڑا۔ اگر کوئی فائدہ نظر آتا تو وہ اس سردی کو بھی برداشت کر لیتی۔

کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کر کے وہ خوابگاہ کی طرف بڑھی۔ پھر جیسے ہی خوابگاہ میں قدم رکھا ایک آواز سنائی دی "ہیلو لیڈی بلیک!"

دہشت کی اتنی شدید لہر تمثیلہ کے جسم میں دوڑ گئی کہ اس کا مُنہ تو کھُلا مگر چیخ نہ نکل سکی۔ اندھیرے میں ایک سایہ سامنے کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔

"ڈر گئیں!" سایہ دھیرے سے ہنسا۔

آواز صاف پہچانی گئی۔ وہ میجر پرمود تھا۔ اچانک خوف کی شدید لہر نے دم توڑ دیا لیکن دل اتنی شدّت سے دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر نکل آنا چاہتا ہو۔ جسم کے ایک ایک مسام سے پسینہ پھوٹ بڑا تھا۔ تمثیلہ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ چکرا کر گر پڑے گی۔ وہ دیوار سے ٹِک گئی، سانس شاید اپنی انتہائی رفتار سے چلنے لگی تھی، ٹانگیں جیسے بے جان ہو کر رہ گئی تھیں اور جسم اس طرح جھنجھنا رہا تھا جیسے زبردست الیکٹرک شاک لگا ہو۔ وہ چند ثانیوں کے لیے خالی الذّہن ہو کر رہ گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا!

"لیڈی بلیک!" پرمود کہہ رہا تھا" شاید تم سوچ رہی ہو کہ یہ رات تمھارے لیے منحوس ثابت ہوئی ہے۔ تمھارے سان و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ اتنے غیر متوقع طور پر تمھاری شخصیت بے نقاب ہو جائے گی۔ بہرحال ایک نہ ایک دن تو ایسا ہونا ہی تھا۔ یہ بات ممکن نہ تھی کہ تم میرے لیے ہمیشہ ایک راز بنی رہو۔ یہ راز بہت پہلے کھُل چکا ہوتا لیکن اتّفاق سے جب کبھی تم حرکت میں آتی تھیں میں کسی مسئلے میں اس بُری طرح الجھا ہوتا تھا کہ تم پر توجّہ دینے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ اس مرتبہ مجھے کچھ تھوڑی سی مہلت مل گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تم میرے سامنے کھڑی ہو۔ اوہ! کچھ بولو لیڈی بلیک! ... تم تو بالکل خاموش ہو۔ مہمانوں سے ایسی سرد مہری کا سلوک کوئی اچھی بات تو نہیں۔"

پرمود کے لہجے میں شوخی تھی۔

کمرے میں اندھیرا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے آٹھ نو فٹ کے فاصلے پر کھڑے تھے اس لیے ایک دوسرے کو سایوں کی مانند دیکھ سکتے تھے۔ نقوش پر کمرے کی تاریکی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔ اس تاریکی کی وجہ سے لیڈی بلیک کی شخصیت فی الحال راز ہی میں تھی۔

"تم... تم یہاں کیسے پہنچے؟" لیڈی بلیک کی بھرّائی ہوئی آواز کمرے میں گونجی۔ وہ ریڈ گلفین بلب والے لہجے میں بولی تھی۔

"بڑی مشکل سے لیڈی بلیک!" پرمود نے طویل سانس لیا۔ "تم خود ہی سمجھ سکتی ہو کہ اس سردی نے پائپ کو کتنا ٹھنڈا کر دیا ہوگا۔ میں پھر کارنس پر چلتا ہوا کھڑکی تک آیا۔ ہیرے کا قلم میں اپنے ساتھ لایا تھا کہ شیشہ کاٹ کر اندر ہاتھ ڈالوں اور چٹخنی گرا کر کھڑکی کھول لوں مگر اتّفاق سے مجھے اس کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ تم کھڑکی کی چٹخنی لگانا بھول گئی تھیں۔ بہرحال پھر میں اندر آگیا۔ خیال تھا کہ تم سو رہی ہو گی لیکن یہاں کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ میں نے پنسل ٹارچ جلائی۔ ارادہ تھا کہ یہاں کی تلاشی لوں گا۔"

اچانک سائرن بجنے لگا۔ یہ فضائی خطرہ ٹل جانے کا سائرن تھا۔ پرمود نے لیڈی بلیک کو تیزی سے بائیں جانب سرکتے دیکھا اور پھر کمرے میں "پٹ" کی آواز ہوئی۔

"اوہ!" پرمود ہنس دیا۔ "لائٹ کا سوئچ آف کیا ہے۔ میں تمھیں تیز روشنی میں دیکھنا چاہتا تھا لیکن اگر تم ایسا نہیں چاہتیں تو میں پنسل ٹارچ جلائے لیتا ہوں۔"

پرمود نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس وقت لیڈی بلیک نے اپنے دونوں ہاتھ بڑی تیزی سے سر اور چہرے پر پھیرے تھے۔ پرمود سمجھ نہ سکا کہ لیڈی بلیک نے کیا کیا تھا لیکن جب اس نے ٹارچ جلائی تو بات سمجھ میں آگئی۔ لیڈی بلیک کا چہرہ گردن تک سیاہ رنگ کے غلاف نما نقاب میں چھُپا ہوا تھا۔

پرمود نے ہلکی سی سیٹی بجائی اور ہنس کر ٹارچ بجھا دی۔ "بہت خوب لیڈی بلیک! شاید یہ نقاب تمھارے کوٹ کی جیب میں موجود تھی۔"

"خوش قسمتی سے۔" لیڈی بلیک نے طویل سانس لے کر کہا۔ آواز سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اعصابی جھٹکے سے سنبھل جانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ وہ پھر بولی "لیکن میجر پرمود! تمھیں کیسے معلوم ہوا تھا کہ مَیں اس کمرے میں مقیم ہوں؟"

"میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ چند وجوہ کی بنا پر مجھے شبہہ ہو گیا تھا۔ اس کی تصدیق کے لیے میں نے ایک ملٹری آفیسر کو یہاں

حاکم

ایک امریکی رسالے کی طرف سے یہ جاننے کے لیے سروے کیا گیا کہ امریکی خاندانوں میں گھر کا حاکم کون ہوتا ہے شوہر یا بیوی؟ اس مقصد کے لیے سو خاندان چُنے گئے۔ نوّے بیویوں نے یہ دعویٰ کیا کہ گھر کی حاکم وہ خود ہیں اور ان کے شوہروں نے ان کے دعوے کی تصدیق کی۔ نو خاندانوں میں شوہروں نے گھر کا حاکم ہونے کا دعویٰ کیا لیکن بیوی نے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا۔ صرف ایک شوہر ایسا تھا جس کی بیوی نے اُسے گھر کا حاکم بتایا۔ اُسے رسالے کی طرف سے انعام کا حقدار قرار دیا گیا اور اُس سے پوچھا گیا کہ وہ پانچ ہزار ڈالر کی کون سی چیز انعام میں لینا پسند کرے گا؟ اُس نے فوراً مُڑ کر اپنی بیوی سے پُوچھا "ڈارلنگ! مجھے کون سی چیز پسند کرنا چاہیے؟"

بھیجا۔ اس نے یہاں ظاہر یہ کیا تھا کہ راجن نامی ایک آدمی کے بارے میں تحقیقات کر رہا ہے لیکن در اصل اس کا مقصد کچھ اور تھا۔ میں نے اس سے یہ معلوم کروایا تھا کہ گزشتہ دو دن میں یہاں کس کس نے قیام کیا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کی ایک کو تم یہاں سے بہت دور تھیں اس لیے میرا خیال تھا کہ تم نے اسی دوران میں یہاں آکر قیام کیا ہوگا۔ اس طرح مجھے معلوم ہو سکا کہ اس دوران میں یہاں صرف دو عورتیں آئی ہیں۔ شہنیلا یہاں آج ہی پہنچی تھی اور میں جانتا تھا کہ وہ لیڈی بلیک نہیں ہو سکتی۔ دوسری عورت تم تھیں، یعنی محترمہ نگار! ہوٹل کے رجسٹر میں تمہاری آمد کی جو تاریخ درج تھی میرے خیال کے مطابق اسی تاریخ کو تمہیں آنا بھی چاہیے تھا چنانچہ تم پر لیڈی بلیک کا شبہ ہونا قدرتی بات تھی۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آج ہی رات کو تفتیش مکمل کر لوں چنانچہ میں یہاں پہنچ گیا۔“

”لیکن تمہیں یقین کیسے آیا تھا کہ میں لیڈی بلیک ہوں؟“

”یقین تو اب آیا ہے گفتگو کر کے! تم چوک گئیں لیڈی بلیک!“ پرمود نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا ”اگر تم کہہ دیتیں کہ میں کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور تم پر کسی دوسری عورت کا شبہہ کر رہا ہوں تو سچ جانو لیڈی بلیک کہ میں بیچ میں لٹک کر رہ جاتا۔ تمہیں لیڈی بلیک سمجھنے کے لیے میرے پاس کوئی ٹھوس جواز نہیں تھا۔“

”اوہ!“ لیڈی بلیک نے طویل سانس لیا۔

”میں یہاں کی تلاشی نہیں لینے پایا تھا کہ تم آگئیں“ پرمود نے کہا ”میں نے سوچا کہ اندھیرے میں تیر پھینکنا چاہیے۔ ویسے یہاں تھا بھی اندھیرا ہی۔ بہرحال تیر نشانے پر بیٹھا۔ تم نے جس انداز میں میری باتوں کا جواب دیا وہ اس بات کا ثبوت تھا کہ تم لیڈی بلیک ہو“ یہ کہتے ہوئے پرمود نے ٹارچ پھر جلائی اور لیڈی بلیک کی طرف قدم بڑھایا۔

”رک جاؤ... رک جاؤ میجر پرمود!“ لیڈی بلیک کی آواز سے گھبراہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

”کیوں؟“ پرمود نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں لیکن اس کا اٹھتا ہوا قدم رک گیا۔

”میجر پرمود!“ لیڈی بلیک نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”میں تم سے درخواست کروں گی کہ مجھے بے نقاب مت کرو۔“

پرمود حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں بے نقاب نہیں ہونا چاہتی“ لیڈی بلیک پھر بولی ”میں تم سے استدعا کروں گی کہ میری درخواست منظور کر لو۔“

”اچھی بات ہے لیڈی بلیک!“ پرمود نے طویل سانس لیا ”تو پھر اب میں چلتا ہوں۔“

اس کے بعد پرمود نے کھڑکی کھولی اور کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف کارنس پر اتر گیا جو کافی چوڑی تھی۔

نیچے پہنچ کر اس نے زور زور سے ہاتھ رگڑے اور پھر دستانے پہن کر اوپر دیکھا۔ کھڑکی سے لیڈی بلیک کا سایہ جھانک رہا تھا۔ پرمود نے اوپر دیکھا تو وہ ہاتھ ہلانے لگی۔

پرمود نے بھی مسکرا کر ہاتھ ہلایا اور پھر تیزی سے ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔ لیڈی بلیک کی شخصیت سے آگاہ نہ ہونے کے باوجود وہ مطمئن تھا۔ لیڈی بلیک شکست کھا چکی تھی، نصف شکست! اور اس کی نصف جیت بھی پرمود کی مرہونِ منّت تھی۔

کھانا کھانے کے بعد ابھی تمثیلہ اخبار پڑھ رہی تھی کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ تمثیلہ نے سوچا شاید ویٹر آیا ہوگا۔

”آجاؤ“ تمثیلہ نے کہا۔

دروازہ کھلا اور پھر تمثیلہ جلدی سے کھڑی ہو گئی ”اوہ!... مسٹر راجن آپ!“

”کمرے تک چلے آنے کی جسارت پر معافی چاہتا ہوں۔ آپ آج ایک منٹ کے لیے بھی کمرے سے نہیں نکلیں اس لیے میں نے سوچا کہ نصیبِ دشمناں طبیعت کچھ ناساز نہ ہو۔“

”اوہ نہیں، میں ٹھیک ہوں مسٹر راجن! تشریف لے آیئے۔ مِس شہنیلا کہاں ہیں؟“

”آج ان پر مطالعہ کرنے کا بھوت سوار ہے اس لیے اپنے کمرے ہی میں ہوں گی۔“ راجن ہنستا ہوا آگے آیا۔

”تشریف رکھیے!“ تمثیلہ نے کہا۔

جب دونوں بیٹھ گئے تو راجن نے کہا ”تو پھر آج آپ کمرے سے کیوں نہیں نکلیں؟“

”کچھ دل نہیں چاہا باہر جانے کو“ تمثیلہ نے کہا ”کل رات ہی سے اس گفتگو پر غور کرنے میں لگی ہوئی ہوں جو مس شہنیلا سے ہوئی تھی۔“

”اوہ!“ راجن نے طویل سانس لیا ”پھر کس نتیجے پر پہنچیں؟“

”اب میرا یہ خیال مضبوط ہو چکا ہے مسٹر راجن کہ خود کو ملک و قوم

کے لیے وقف کر کے مجھے سکون مل جائے گا۔ ٹھہریئے میں آپ کے لیے کافی منگواؤں، میں نے بھی نہیں پی ہے۔"

"تو نیچے چلیے نا، ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر پئیں گے۔"

تمثیلہ نے یہ بات ٹالنا چاہی لیکن جب راجن مصر ہی ہو گیا تو وہ ایک طویل سانس لے کر بولی "اچھا تو آپ چلیے۔ میں کپڑے تبدیل کر کے آتی ہوں۔"

"وہ بہتر ہے۔ میں وہاں آپ کا انتظار کرتا ہوں۔"

راجن چلا گیا اور تمثیلہ کو الجھن میں مبتلا کر گیا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ راجن اسے ڈائننگ ہال میں لے جانے کے لیے اتنا بضد کیوں ہے۔

کپڑوں کی تبدیلی کے دوران میں ایک خیال تمثیلہ کے ذہن میں بجلی کی طرح کوند گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے کمرے کی تلاشی کا پروگرام بنایا گیا ہو۔ شہنیلا، راجن کے ساتھ نہیں تھی اس لیے پروگرام یوں ہو سکتا تھا کہ ادھر تو راجن، تمثیلہ کو ڈائننگ ہال میں لے جاتا اور ادھر شہنیلا اس کے کمرے میں گھس کر وہاں کی تلاشی لے لیتی۔ ایسا ہونا قرینِ قیاس تھا۔ وہ دونوں مکمّل اطمینان کیے بغیر تمثیلہ پر اعتماد نہیں کر سکتے تھے۔

کپڑے تبدیل کر کے تمثیلہ نے وہ چیزیں بھی جیبوں میں بھر لیں جن کی موجودگی میں اس پر شبہہ کیا جا سکتا تھا۔

کمرہ چھوڑنے سے پہلے تمثیلہ نے بہت گہری نظر سے کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہاں رکھی ہوئی تمام اشیا کی ترتیب اچھی طرح ذہن نشین کر لے۔ اب اگر واپسی میں اس ترتیب میں کوئی فرق نظر آ جاتا تو وہ بلا تامّل یقین کر لیتی کہ تلاشی لی گئی تھی۔

ڈائننگ ہال میں راجن اس کا منتظر تھا۔ کافی منگوا کر وہ دونوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔

باتوں میں آدھا گھنٹہ گزر گیا اور اس وقت شہنیلا ہال میں داخل ہوتی نظر آئی۔ وہ انھیں دیکھ کر سیدھی ادھر ہی آ گئی۔

"آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا اور پھر راجن سے بولی "میں تمھیں تمھارے کمرے میں دیکھنے گئی تھی۔"

"ہم آدھے گھنٹے سے یہاں ہیں۔" راجن نے کہا "میں نے سوچا کہ تمھارے مطالعے میں خلل اندازی نہ کروں۔"

شہنیلا بیٹھ گئی۔

"آپ کو مطالعے کا بہت شوق معلوم ہوتا ہے۔" تمثیلہ بولی۔

"کتابیں میری زندگی ہیں مس نگار!" شہنیلا نے طویل سانس لے کر کہا اور پھر جیسے چونک کر بولی "ہاں! آج کا پروگرام کیا ہے راجن؟"

"جیسا تم کہو۔"

"کیا خیال ہے اگر آج مس نگار کو بھی ساتھ لے چلیں؟"

"کہاں؟" تمثیلہ نے چونک کر کہا۔

"ظاہر ہے کہ ہوٹل میں پڑے پڑے تو سارا وقت گزارا نہیں جا سکتا۔ صبح میں نے راجن سے پوچھا تھا کہ آج کا کیا ہے گا چنانچہ طے پایا کہ آج شام کو پھر وہیں چلا جائے جہاں کل گئے تھے۔"

"یعنی مسٹر راجن کے دوست کے ہاں؟"

"ہاں۔" شہنیلا نے کہا "تو پھر کیا خیال ہے راجن؟"

"بھئی خیال تو مس نگار سے پوچھو۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیوں مس نگار! چلیے گا؟"

تمثیلہ کے دل کی دھڑکنوں میں خفیف سا اضافہ ہو گیا۔

"کہیں آپ کے دوست کو اعتراض نہ ہو!" تمثیلہ نے مسکرا کر کہا۔

"ہرگز نہیں مس نگار!" راجن نے کہا "وہ تو آپ سے مل کر بے حد خوش ہوگا اور شاید آپ کو بھی اس سے مل کر خوشی ہو کیونکہ آپ دونوں ہم خیال ہیں۔"

"کیا مطلب؟" تمثیلہ نے پلکیں جھپکائیں۔

"اس کا بھی یہی خیال ہے کہ ملک و قوم کے لیے اگر جان بھی نثار کر دی جائے تو سودا مہنگا نہیں رہتا۔"

"اوہ!"

"میں آپ کو اور کھل کر بتا دوں۔" راجن نے آگے جھکتے ہوئے کہا اور پھر تمثیلہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سرگوشی کی "وہ گوریلا ہے مس نگار!"

"اوہ!" تمثیلہ چونک پڑی۔

"اور میں بھی گوریلا ہی ہوں مس نگار!" راجن نے پھر سرگوشی کی۔

"اور مجھے بھی ایسا ہی سمجھیے!" شہنیلا مسکرائی۔

اس وقت تمثیلہ نے چونکنے، حیران ہونے اور ہکا بکا رہ جانے کی اتنی شاندار اداکاری کی تھی کہ راجن اور شہنیلا کے فرشتے بھی اس تصنع

کو نہیں پہچان سکتے تھے۔

راجن اور شہنیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی مدھم مدھم سی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔

"یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں" تمثیلہ نے بھرائی آواز میں کہا۔

"وہی جو حقیقت ہے" راجن بولا "اب بتائیے کہ آپ ہمارا کس حد تک ساتھ دیں گی؟"

"اگر آپ لوگ مذاق نہیں کر رہے ہیں تو میں اس حد تک آپ لوگوں کا ساتھ دوں گی جس حد تک مجھ سے ممکن ہوگا"

"بس تو پھر آج شام کو آپ ہمارے ساتھ ضرور چلیے"

"مگر کہاں؟"

"یہ آپ کو وہیں چل کر معلوم ہو جائے گا لیکن آج ہم ذرا جلدی چلیں گے"

"مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا ہے کہ آپ کی یہ باتیں مذاق نہیں ہیں" تمثیلہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"آج شام یقین آ جائے گا" راجن نے ہنس کر کہا۔

اور اسی شام تمثیلہ ان دونوں کے ساتھ ہوٹل سے روانہ ہو رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو چکی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسے کامیابی کا باب کھلتا نظر آ رہا تھا۔

"مس نگار!" راجن نے کہا "ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ہم گوریلے ہیں لیکن یہ غلط بات ہے"

"کیا مطلب؟" تمثیلہ چونک پڑی۔

"اوہ! غلط نہ سمجھیے" راجن نے ہنس کر کہا "مطلب یہ کہ گوریلا صحیح معنوں میں اسے کہا جاتا ہے جو سنسناتی ہوئی گولیوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہوتا ہے۔ میں اور شہنیلا ایسا نہیں کرتے اس لیے ہمیں صحیح معنوں میں گوریلا نہیں کہا جا سکتا۔ ہم ایک الگ محاذ پر گوریلوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسی محاذ پر آپ بھی ہمارا ساتھ دیں گی۔ کیا آپ نے کبھی آزاد گلپوش ریڈیو کا پروگرام سنا ہے؟"

"کئی بار! کل تو اس پروگرام میں ایک عورت بھی شامل تھی"

"تو یقین کیجیے کہ آپ نے کل کے پروگرام میں جو آوازیں سنی تھیں وہ میری اور مس شہنیلا کی تھیں"

"کیا؟" تمثیلہ چلتے چلتے رک گئی۔

"رکیے نہیں مس نگار! خواہ مخواہ وقت ضائع ہوگا"

تمثیلہ پھر چلنے لگی لیکن وہ متحیر رہ جانے کی بڑی شاندار اداکاری کر رہی تھی۔

"ہاں مس نگار!" راجن نے کہا "مجھے راجینیا سے یہاں ریڈیو کے سلسلے میں بھیجا گیا ہے۔ اس سیکشن کا پورا چارج میرے ہی پاس ہے۔ آپ کو میں اپنی ہی ذمّے داری پر اس سیکشن میں شامل کر رہا ہوں"

"سیکشن میں شامل کر رہا ہوں سے کیا مطلب؟"

"اب آپ کی آواز بھی آزاد گلپوش ریڈیو کا ایک حصّہ ہوگی"

"اوہ! لیکن مجھے اس کا بالکل تجربہ نہیں"

"اسی لیے میں آج آدھا گھنٹہ پیشتر ہوٹل سے چل پڑا ہوں۔ آدھ گھنٹے میں آپ کو مکمل ریہرسل کرا دوں گا"

"لیکن... لیکن..."

"آپ بالکل فکرمند نہ ہوں مس نگار! ہاں اگر آپ ان معاملات میں پڑتے ہوئے ڈر رہی ہوں تو دوسری بات ہے"

"میں ڈر نہیں رہی ہوں"

"تو پھر پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟"

"شاید میں ریڈیو پر بول نہ سکوں"

"اس کی ذمّے داری تو میری ہے"

"اچھی بات ہے" تمثیلہ نے طویل سانس لیا۔

"آج کے فیچر میں تیسری آواز بھی شامل ہو جائے گی۔ آج کا فیچر میں نے لکھا بھی بہت شاندار ہے"

"لکھتے بھی آپ ہی ہیں؟"

"جی ہاں"

"اور خبریں؟"

"اس کا بلیٹن مجھے وہیں ملتا ہے جہاں ہم جا رہے ہیں۔ لیجیے ہم پہنچ گئے۔ وہ سامنے جو مکان نظر آ رہا ہے وہی ہماری منزل ہے"

وہ مکان ماسٹر فیٹی کا تھا۔

"دیکھیے اب آپ کسی بات پر حیرانی کا اظہار نہ کیجیے گا" راجن نے کہا۔

کچھ دیر ہی میں وہ مکان کے دروازے پر پہنچ چکے تھے۔ شہنیلا نے کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آہٹ سنائی دی اور پھر دروازے کے دوسری طرف کوئی بڑبڑایا۔

"سیاہ رات"

"وہ صبح کی تلاش" راجن نے فوراً کہا۔

دروازہ کھل گیا۔

تمثیلہ کے دل کی دھڑکنوں میں پہلے سے زیادہ تیزی آچکی تھی۔ وہ راجن اور شہنیلا کے ساتھ بڑھتی چلی گئی پشت پر دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تھی۔

پھر وہ تینوں ایک کمرے میں پہنچے جہاں ایک میز کے پیچھے کرسیوں پر دو فوجی آفیسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی وردیاں راجیشیائی فوج کی تھیں اور وہ دونوں کرنل کے رینک کے تھے۔

"ہیلو کمانڈر زیا" راجن نے کہا۔

"ہیلو!" دونوں کرنل بیک وقت بولے اور ان کی نظریں تمثیلہ پر جم گئیں۔

"یہ آزاد گلپوش ریڈیو کی تیسری رکن ہیں۔" راجن نے کہا۔

"لیکن ہمیں مرکزی ہیڈ کوارٹر سے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"یہ اضافہ میں نے اپنی ذمے داری پر کیا ہے۔ آپ اس کی اطلاع مرکز کو دے دیجیے۔ پروگرام ختم ہونے کے بعد میں خود بھی اس سلسلے میں مرکز سے گفتگو کروں گا۔"

میجر پرمود کا وہ دن گلیشیر ہوٹل میں اپنے کمرے کی بالکونی میں گزر گیا تھا اور دوربین اس کے ہاتھوں میں رہی تھی، جس سے وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے ماسٹر فیٹی کے مکان کی طرف دیکھتا رہا تھا۔

گزشتہ رات اس نے ماسٹر فیٹی کے مکان میں چوری چھپے داخلے کا پروگرام ترک کرکے ایک نیا پروگرام بنایا تھا جس پر وہ آج عمل کرنے والا تھا۔

یہ بات سامنے آچکی تھی کہ راجن اور شہنیلا گوریلوں کے خفیہ ریڈیو اسٹیشن کے لیے کام کر رہے تھے۔ گزشتہ شام پرمود نے ان دونوں کو اس وقت ماسٹر فیٹی کے مکان میں داخل ہوتے دیکھا تھا جب ان لوگوں کی خفیہ نشرگاہ کا پروگرام شروع ہونے میں تھوڑی ہی دیر رہ گئی تھی اور جب وہ دونوں مکان سے نکلتے نظر آئے تھے، اس وقت پروگرام ختم ہوئے تھوڑی دیر گزر رہی تھی۔ اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کسی نتیجے تک پہنچنا بہت آسان تھا۔ ان

خلیفہ منصور نے شہر منصورہ میں ایک سبز گنبد بنوایا تھا۔ یہ گنبد بغداد کا تاج اور نشانِ بنو عباس سمجھا جاتا تھا۔ اس کی بلندی اسّی گز تھی۔ اس کے نیچے ایک محل تھا جس کی لمبائی بیس مربع گز تھی۔ اس محل کی چھت پر ایک شہسوار کا مجسمہ بنا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں نیزہ دکھایا گیا تھا۔ اس مجسمے کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ جس طرف سے دشمن آتا دکھائی دیتا، اسی طرف مجسمے کا رُخ ہو جاتا۔

روما ابوذر

دونوں کو گوریلا ریڈیو کا رکن سمجھنے کے بعد یہ بات یقین کی حدوں کو چھو جاتی تھی کہ ماسٹر فیٹی کا مکان ہی خفیہ نشرگاہ کی حیثیت سے کام آ رہا تھا۔ اور پرمود کا خیال تھا کہ جہاں خفیہ نشرگاہ ہوگی وہیں گوریلا ہیڈ کوارٹر ہوگا۔

جن دو گوریلوں نے پچھلی رات پرمود پر حملہ کیا تھا، ان میں سے ایک کے بیان سے بھی ماسٹر فیٹی کے مکان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا تھا لہٰذا اس مکان کو گوریلا ہیڈ کوارٹر سمجھ لینے کے بعد یقینی تھا کہ پرمود کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے میں دیر نہ کرتا۔

فیصلہ کن اقدام کے لیے اس نے اس وقت کا تعین کیا تھا جب گوریلوں کی خفیہ نشرگاہ کا پروگرام شروع ہوتا تھا، یعنی ٹھیک ساڑھے چھ بجے وہ حرکت میں آ جاتا۔ تمام انتظامات مکمل تھے۔

پونے چھ بجے کے قریب اُس نے تین افراد کو ماسٹر فیٹی کے مکان میں داخل ہوتے دیکھا۔ ان میں دو عورتیں تھیں۔ ایک عورت کا سُرخ اسکارف دیکھ کر پرمود کو شبہ ہوا کہ وہ شہنیلا ہوگی لیکن دوسری عورت کی موجودگی نے اُسے الجھن میں ڈال دیا لیکن جب وقتِ مقررہ کے بعد بھی کوئی اور ماسٹر فیٹی کے مکان میں داخل ہوتا نظر نہ آیا تو پرمود کو سوچنا پڑا کہ وہ راجن اور شہنیلا ہی تھے۔ دوسری عورت کی موجودگی کچھ ایسی زیادہ حیرت کی بات نہیں تھی۔ گوریلا ریڈیو کے لیے تیسری آواز کا اضافہ ممکنات میں سے تھا۔

ٹھیک ساڑھے چھ بجے پرمود بالکونی سے کمرے میں آیا۔ دوربین بستر پر پھینکی اور ایک سوٹ کیس اُٹھاتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔

ذرا ہی دیر بعد وہ تیز رفتاری سے راستہ طے کرتا ہوا ماسٹر فلیٹی کے مکان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے سے ذرا بھی گھبراہٹ نہیں ظاہر ہو رہی تھی حالانکہ وہ تنِ تنہا شیر کی کچھار میں داخل ہونے کے ارادے سے روانہ ہوا تھا۔

وہ ماسٹر فلیٹی کے مکان پر رُکا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ مکان کے کسی اندرونی حصے میں گھنٹی بجی ہوگی لیکن اس کی آواز باہر تک نہیں آئی۔

ذرا دیر بعد دروازے کے دوسری طرف آہٹ ہوئی اور پھر کوئی شخص بڑبڑایا۔ "سیاہ رات۔"

"صبح کی تلاش۔" پرمود نے جواباً کہا۔

دروازہ کھل گیا۔ پرمود اندر چلا گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی اور یہاں کچھ اندھیرا سا تھا۔ اگر قربت نہ ہوتی تو پرمود دروازہ کھولنے والے کا چہرہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ اس کے لیے اجنبی ہی تھا۔

وہ دروازہ بند کرکے مُڑا اور پھر اس طرح چونکا جیسے پرمود کا وہیں رُکے رہنا غیر معمولی بات ہو۔

"کیوں؟" وہ پرمود کو گھورنے لگا۔

"شاید تم مجھے مقامی سمجھ رہے ہو۔ میں راجیشیا سے آیا ہوں اور اس مکان میں پہلی بار قدم رکھا ہے۔ مجھے کمانڈر تک پہنچا دو۔" پرمود نے کہا۔

اجنبی فوری طور پر کچھ نہ بولا، چند ثانیے کچھ سوچتا رہا اور پھر بڑھتا ہوا بولا۔ "آؤ!"

پرمود نے مکمل اطمینان کے ساتھ قدم اُٹھائے۔ اس نے "کمانڈر" کا حوالہ خواہ مخواہ نہیں دیا تھا۔ اُسے وہ رات آج بھی اچھی طرح یاد تھی جب اُس نے گوریلوں کی ایک پناہ گاہ کے ٹرانسمیٹر پر ادھوری سی گفتگو کی تھی۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا تھا۔ کمانڈر کالنگ فرام ایچ، کیو۔

"ایچ۔ کیو" سے مراد ہیڈ کوارٹر کے سوا کچھ نہ ہوتی اور چونکہ پرمود کی دانست میں ماسٹر فلیٹی کا مکان ہی ہیڈ کوارٹر تھا اس لیے یہاں کمانڈر کی موجودگی لازم تھی۔

ایک دروازے پر رک کر اجنبی نے دھیرے سے کہا۔

"تم یہیں رکو۔"

پرمود نے سر ہلا دیا۔ اجنبی دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اور پھر دروازہ بند بھی کر لیا۔ پرمود وہیں کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھُلا اور اجنبی نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ "آجاؤ۔"

پرمود اپنا سوٹ کیس سنبھالے کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے ہی ایک میز کے پیچھے اُسے دو راجیشیائی کرنل بیٹھے نظر آئے۔ میز کے قریب ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔ میز کے قریب ہی دونوں جانب ایک ایک الماری بھی تھی۔

پرمود بڑے اطمینان سے میز کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "مجھے مرکز سے بھیجا گیا ہے۔"

لیکن ابھی وہ میز کے قریب نہیں پہنچا تھا کہ ایک کرنل نے کہا۔ "تم سوٹ کیس رکھ کر اپنے ہاتھ اٹھا دو۔"

پرمود ٹھٹک کر اپنی جگہ ہی پر رُک گیا۔ کرنل کے ریوالور کی نال اُس کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب!" پرمود غرّایا۔

"مطلب جاننے سے پہلے سوٹ کیس رکھ کر ہاتھ اٹھا دو۔" کرنل نے سخت لہجے میں کہا۔

دوسرے کرنل کی تیز نظر بھی پرمود کے چہرے پر جمی ہوئی تھی۔

پرمود نے سوٹ کیس فرش پر رکھ کر ہاتھ اُٹھا دیے۔ وہ اپنے چہرے سے سخت برہمی کا اظہار کر رہا تھا۔

"ہمیں مرکز سے کسی کے آنے کی اطلاع نہیں ملی۔"

"جان بوجھ کر اطلاع نہیں دی گئی۔" پرمود نے خشک لہجے میں کہا۔

"کیوں؟"

"چند وجوہ کی بنا پر شبہ کیا جا رہا ہے کہ مرکز کے اور یہاں کے ٹرانسمیٹر میں جب تعلق پیدا ہوتا ہے تو اس کی اطلاع دشمن کو بھی ہو جاتی ہے۔ مجھے یہی اطلاع دینے کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔"

"اوہ!" کرنل کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔ اُس نے آہستہ سے کچھ کہا جسے پرمود نہ سن سکا۔ پھر دوسرا کرنل بھی آہستہ سے کچھ بولا۔ پہلے کرنل نے اپنے سر کو جنبش دی اور پرمود کی پشت پر دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس کی تلاشی لو۔" وہ غالباً اس اجنبی سے مخاطب ہوا تھا جو پرمود کو یہاں تک لایا تھا۔

"تلاشی لی گئی۔" پرمود نے اپنے چہرے پر شدید ترین غصّے کے آثار پیدا کر لیے تھے۔ اجنبی نے اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ باقی تمام چیزیں بھی جیبوں سے نکال لی گئیں۔ اجنبی نے وہ سب کچھ لے جا کر میز پر ڈھیر کر دیا۔ دوسرا کرنل ان کا جائزہ لینے لگا لیکن اس کے چہرے پر مایوسی ہی کے آثار پیدا ہو سکے تھے۔ ان میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے وہ لوگ پرمود کے بارے میں کسی آخری نتیجے پر پہنچ سکتے۔

"سوٹ کیس کی تلاشی لو۔" دوسرے کرنل نے اجنبی سے کہا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے پرمود کی جیبوں سے نکالی ہوئی اشیا میں سے ایک چابی بھی اجنبی کی طرف بڑھائی تھی اور پرمود کی طرف دیکھتا ہوا بولا تھا۔ "غالباً یہ سوٹ کیس ہی کی ہوگی۔"

"ہام!" پرمود غرّایا۔

اجنبی نے سوٹ کیس کھول کر دیکھا اور پھر تحیّر زدہ سی آواز میں بولا "اس میں تو موتی بھرے ہوئے ہیں۔"

سوٹ کیس واقعی چھوٹے بڑے موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔

"اس کا کیا مطلب؟" ریوالور والے کرنل نے پرمود کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مسٹر کمانڈر!" پرمود نے ترش لہجے میں کہا۔ "میں بہت دیر سے اپنی توہین برداشت کر رہا ہوں اور اب تمھاری کسی بات کا جواب اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک تم اپنا ریوالور جیب میں نہیں رکھ لو گے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ پر اعتماد کرنے میں کیا رکاوٹ ہے۔"

"تمھارے پاس شناختی کاغذات نہیں ہیں۔"

"میں بدقت تمام سرحد پار کر کے یہاں پہنچا ہوں۔" پرمود نے غرّاتے ہوئے کہا۔ "دو جگہ مجھے چیک بھی کیا گیا تھا۔ اگر مجھے شناختی کاغذات کے ساتھ بھیجنے کی حماقت کی گئی ہوتی تو میں اس وقت بلگارنوی قید میں ہوتا یا مجھے گولی سے اُڑا دیا جا چکا ہوتا۔ کیا اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ میں نے سیاہ رات کے جواب میں صبح کی تلاش کہا تھا!"

"ہاں صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ حالات کچھ بگڑتے نظر آ رہے ہیں۔ ہمارے دو آدمی جو اس مکان کی نگرانی کر رہے تھے، کل سے پُراسرار طور پر لاپتا ہیں۔"

"تو پھر تم لوگ مجھ پر کس طرح اعتماد کر سکو گے؟" پرمود نے جھلّائے ہوئے انداز میں کہا۔ "ابھی مجھے کچھ اور بھی کہنا ہے اور میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"اور کیا کہنا ہے تمھیں؟"

"جو کچھ بھی کہنا ہے، اس پوزیشن میں ہرگز نہیں کہوں گا کہ ایک ریوالور میرے سینے کی طرف اٹھا رہے۔" پرمود نے کہا۔

دونوں کرنلوں کے چہروں پر الجھن کے آثار پیدا ہو گئے اور ادھر اب پرمود کو بھی بے چینی ہو چلی تھی۔ اب تک جو ہوا تھا وہ تو اس کی توقّع کے عین مطابق ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس پر آسانی سے اعتماد نہیں کیا جا سکے گا اور اسے ان تمام مراحل سے گزرنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی تلاشی لی جائے گی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اُسے غیر مسلّح کر دیا جائے گا۔ حالات کا دھارا اب تک اس کی توقعات کے مطابق ہی بہتا رہا تھا لیکن رفتار کچھ سُست ضرور تھی۔ اس سُست رفتاری سے پرمود کی اسکیم کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

سات بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ یہی پانچ منٹ پرمود کے لیے اہمیت رکھتے تھے۔ پانچ منٹ بعد ایک فیصلہ کن لمحہ آ جاتا۔ اس لمحے کے آنے سے پہلے پرمود کو صورتِ حال اپنے کنٹرول میں کرنا تھی ورنہ ممکن تھا کہ حالات بگڑ جاتے اور پھر انھیں قابو میں کرنے کے لیے دقّت کا سامنا کرنا پڑتا۔

دونوں کرنلوں نے مدّھم لہجے میں ایک دوسرے سے کچھ باتیں کیں اور پھر اجنبی سے کہا گیا کہ وہ ایک بار پھر پرمود کی تلاشی لے۔

پرمود کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی لیکن اُس نے اپنے چہرے سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ بلکہ وہ اپنے چہرے پر اسی قسم کے تاثّرات اُبھارے ہوئے تھا جیسے ان لوگوں کی "نامعقولیت" پر اس کی برافروختگی میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہو۔

دو چار مرتبہ تلاشی لینے کے بعد اجنبی نے اعلان کر دیا کہ پرمود قطعی طور پر غیر مسلّح ہے۔ اس وقت کرنل نے ریوالور اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اب سات بجنے میں دو منٹ باقی رہ گئے تھے۔

"اب بتاؤ تمھیں اور کیا کہنا ہے؟ میں ریوالور جیب میں رکھ چکا ہوں" کرنل نے کہا۔

وقت اتنا کم رہ گیا تھا کہ بڑی تیز رفتاری سے اقدامات کرنے کی ضرورت تھی لیکن تیز رفتاری سے وہ دونوں کرنل اس کی طرف سے شک میں مبتلا ہو سکتے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ریوالور پھر نکل آتا اس لیے پرمود نے وقت کی نزاکت کو محسوس کرنے کے باوجود بھی بڑے اطمینان سے لیکن چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اگر اجازت ہو تو میں اپنے سوٹ کیس سے کچھ موتی نکال لوں۔ چند موتی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد کچھ عرض کروں گا۔"

پرمود کے لہجے سے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان کرنلوں کے رویے سے بہت زیادہ جھلا گیا ہو۔

"جو کرنا چاہتے ہو کرو۔" ایک کرنل نے کہا۔

"شکریہ۔" پرمود کے لہجے میں اب بھی طنز تھا۔ پھر وہ بڑے اطمینان سے سوٹ کیس کی طرف بڑھا۔

سات بجنے میں تین سیکنڈ رہ گئے تھے۔

سوٹ کیس فرش پر کھلا رکھا تھا۔ پرمود اس پر جھک گیا۔ وہ کن انکھیوں ہی سے پورے کمرے کا جائزہ لے چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سوٹ کیس میں داخل ہو گئے، پھر کلائی تک موتیوں میں چھپ گئے اور انگلیاں کسی سخت چیز سے مس ہوئیں۔ پرمود نے اس سخت چیز کو پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچ لیا۔ تمام موتی اچھل گئے اور کھنکھناتے ہوئے فرش پر بکھرتے چلے گئے۔ ہارڈ بورڈ کا ایک ٹکڑا پرمود کے ہاتھ میں آ گیا تھا جو اس نے فوراً ہی ایک طرف پھینک دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ اجنبی یا دونوں کرنل کچھ سمجھ سکتے، پرمود نے سوٹ کیس کی نچلی تہ میں رکھی ہوئی ہلکے قسم کی ٹامی گن اٹھائی اور ایک ہی جست میں کمرے کی ایک دیوار سے جا لگا۔ چند موتی اس کے جوتے کے نیچے آ گئے۔ وہ پھسلا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گر ہی جائے گا لیکن سنبھل گیا۔ سنبھل ہی نہیں گیا بلکہ اس کی ٹامی گن نے تھوڑی سی گولیاں بھی اگل دی تھیں کیونکہ اس نے ایک کرنل کو جیب میں ہاتھ ڈالتے دیکھ لیا تھا۔

کرنل کا جسم چھلنی ہو کر میز پر اوندھا گرا اور دوسرے کرنل نے گھبرا کر اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔ یہی حال اجنبی کا بھی ہوا تھا۔ دونوں کے چہرے سفید پڑ گئے تھے۔

"ٹھیک ہے۔" پرمود نے ان دونوں کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک اسی وقت تابڑ توڑ گولیاں چلنے کی آوازیں آئیں۔ کرنل اور اجنبی چونک پڑے۔

"بلگاریونی ملٹری۔" پرمود ان کی طرف دیکھتا ہوا مسکرایا۔ "شاید انھیں مکان کی طرف بڑھتے دیکھ کر تمھارے آدمیوں نے مقابلہ شروع کر دیا ہے لیکن اس مقابلے سے تم لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کھیل اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ اب تم یہ بھی بتاؤ کہ تمھاری خفیہ نشر گاہ کس کمرے میں ہے؟"

اور اس وقت خفیہ نشر گاہ سے خبریں ختم ہو جانے کے بعد جنگی نغمے نشر کیے جا رہے تھے۔

تمثیلہ کا خیال تھا کہ یہ جگہ ماسٹر فیٹی کے مکان سے کافی دور تھی۔ وہ ایک طویل سرنگ کے ذریعے یہاں تک پہنچے تھے۔ ماسٹر فیٹی کے مکان میں ایک خفیہ تہ خانہ تھا۔ وہ تینوں پہلے اس تہ خانے میں اترے تھے اور پھر تہ خانے کے ایک دروازے سے اس سرنگ میں داخل ہوئے تھے۔ راجن نے ایک ٹارچ جلائی تھی اور وہ اس کی روشنی میں دس منٹ تک چلتے رہے تھے۔ سرنگ کے اختتام پر راجن نے کسی میکنزم کو حرکت دے کر بائیں ہاتھ پر ایک خلا پیدا کر لیا تھا۔ اس سے گزرنے پر انھوں نے اپنے آپ کو ایک گول سے کمرے میں پایا تھا۔ پھر زینے طے کر کے وہ اس کے اوپری حصے میں پہنچے تھے اور یہیں وہ خفیہ نشر گاہ قائم تھی۔

شمینلا نے تمثیلہ کو بتایا تھا کہ یہ دراصل ایک قدیم پن چکی ہے جو طویل عرصے سے ویران پڑی تھی اس لیے ان لوگوں نے اسے اپنے کام کے لیے مفید جانا۔

شمینلا کے بیان کے مطابق بیس پچیس سال پہلے یہ پن چکی اور ماسٹر فیٹی کا مکان ایک ہی آدمی کی ملکیت تھا۔ اسی نے کسی مقصد کے لیے یہ سرنگ بنوائی تھی۔ بعد میں جب ماسٹر فیٹی نے مکان خریدا تو وہ سرنگ بھی اس کے علم میں آئی لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرتا تھا۔ پھر اب جب گوریلا جنگ شروع ہوئی اور ماسٹر فیٹی ان گوریلوں کا سب سے بڑا ہمدرد بن گیا تو یہ سرنگ کام آئی۔ خفیہ نشر گاہ قائم کرنے کے لیے یہ نہایت مناسب جگہ تھی۔

"لیکن ماسٹر فلیٹی کے مکان میں بھی خفیہ نشر گاہ کا قیام ممکن تھا۔"

تمثیلہ کی اس بات کے جواب میں شہنیلا نے بتایا تھا کہ جان بوجھ کر اس سے پہلو تہی کی گئی ہے تا کہ اگر کسی وقت ہیڈ کوارٹر یعنی ماسٹر فلیٹی کا مکان خطرے میں پڑ جائے تو بھی خفیہ نشر گاہ محفوظ رہے اور یہاں کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔

شہنیلا نے یہ بھی بتایا تھا کہ پن چکّی میں براہِ راست داخلہ بھی ممکن ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ دروازہ ہر وقت بند رہتا ہے۔ وہ دروازہ اس لیے استعمال نہیں کرتے کہ اگر کوئی انھیں اس ویران پن چکّی میں داخل ہوتے دیکھ لے تو خفیہ نشر گاہ خطرے میں پڑ جائے گی۔ گو کہ پن چکّی کے قرب و جوار میں آبادی نہیں تھی لیکن ممکن تھا کہ کوئی بھولا بھٹکا ادھر آ نکلتا اور انھیں پن چکّی میں داخل ہوتے یا اس سے نکلتے دیکھ لیتا۔

سُرنگ کا راستہ طے کرتے ہوئے اور بہت سی باتیں ہوئی تھیں۔ تمثیلہ کو بتایا گیا تھا کہ ان لوگوں کے کوڈ ورڈز "سیاہ رات" اور "صبح کی تلاش" ہیں۔ اس پر تمثیلہ نے راجن کو یاد دلایا تھا کہ اس نے پہلی بار اس سے شناسائی پیدا کرنے کی کوشش کرتے وقت "سیاہ رات" ہی کہا تھا اور بعد میں اس کی توجیہہ یہ کی تھی کہ خیالات میں ڈوب کر وہ بعض اوقات بے تکی سی باتیں کر جاتا ہے۔ تمثیلہ کی اس بات پر راجن اور شہنیلا خوب ہنسے تھے اور راجن نے بتایا تھا کہ اسے اس پر شہنیلا کا شبہ ہوا تھا کیوں کہ اسے ملنے والی اطلاع کے مطابق شہنیلا اسی دن پہنچنے والی تھی۔ وہ چونکہ شہنیلا کا صورت آشنا نہیں تھا اس لیے اس نے کوڈ ورڈز کا سہارا لیا تھا۔ اس طرح اسے پتا چل گیا تھا کہ اس کا شبہ غلط ہے اور شہنیلا ابھی وہاں نہیں پہنچی۔

شہنیلا نے بتایا تھا کہ راستے میں ایک جگہ ملٹری نے اسے روک لیا تھا اور چوبیس گھنٹے تک اسے روکے رکھا تھا۔ وہ نہ جانے کیوں اس کی طرف سے شک میں پڑ گئے تھے لیکن طویل پوچھ گچھ کے بعد ان کا شک رفع ہو گیا تھا۔ پھر کہیں جا کر شہنیلا کو ان سے نجات ملی تھی لیکن بہر حال اس کی وجہ سے وہ چوبیس گھنٹے بعد رنگ نگر

پہنچ سکی تھی۔

گفتگو کے دوران میں تمثیلہ ہمّت کر کے یہ بھی کہہ گئی تھی کہ ان دونوں نے اس پر اعتماد کیسے کر لیا ہو سکتا ہے وہ بلگاری کی جاسوسہ ہو۔

اس بات پر بھی راجن اور شہنیلا ہنسے تھے اور راجن نے بتایا تھا کہ انھوں نے بہت ہی محتاط انداز میں اس پر بتدریج اعتماد کیا تھا۔ شہنیلا نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس نے تمثیلہ کے کمرے کی تلاشی لی تھی۔ اس بات پر تمثیلہ نے بہت زیادہ حیرت کا اظہار کیا تھا لیکن درحقیقت وہ اس بات سے بے خبر نہیں تھی۔

یہ ساری باتیں سرنگ کے راستے میں اور پن چکّی آنے کے بعد ہوئی تھیں اور اس کے بعد راجن نے تمثیلہ کو ریہرسل کرائی تھی تا کہ وہ آزاد گلپوش ریڈیو سے نشر کیے جاتے والے فیچر میں حصّہ لے سکے۔ ریہرسل کے بعد راجن اس کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گیا تھا۔

"آپ ایک اچھّی ریڈیو آرٹسٹ بن سکتی ہیں۔" اس نے تمثیلہ سے کہا تھا۔

پھر وقت مقرّرہ پر وہ محدود سی نشر گاہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ راجن نے خبریں سنائی تھیں۔ اس کے بعد اب جنگی نغموں کے ریکارڈ بجائے جا رہے تھے۔

تمثیلہ دھڑکتے دل سے سوچ رہی تھی کہ وہ پرمود کو اس خفیہ نشر گاہ کا پتا کس طرح دے سکے گی؟ وہ نہیں جانتی تھی کہ پرمود رنگ نگر میں کس جگہ ٹھہرا تھا۔ وہ ابھی اس کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ اس نے راجن اور شہنیلا کو چونکتے دیکھا۔ ان دونوں کے چہروں کی رنگت بدل گئی تھی اور مبہوت ہو کر اس سرخ بلب کی طرف دیکھنے رہ گئے تھے جو تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔

تمثیلہ کے ذہن میں جیسے ایک بم سا پھٹ گیا۔ اس بلب کا جلنا بجھنا اس کی بات کی علامت تھی کہ ماسٹر فلیٹی

کا مکان خطرے سے دو چار ہو چکا تھا۔ راجن نے یہاں پہنچنے کے بعد تمبیلہ کو اس کے بارے میں بتایا تھا کہ اگر کبھی بلگار نوی فوج ماسٹر فیلٹی کے مکان پر چڑھ دوڑی تو وہاں پر کوئی آدمی ایک خاص بٹن دبا دے گا۔ اس سے یہ بلب جلنے بجھنے لگے گا اور اس طرح راجن کو ماسٹر فیلٹی کے مکان پر حملے کی اطلاع مل جائے گی۔

تمبیلہ کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ ماسٹر فیلٹی کے مکان پر حملہ کرانے والا پرمود ہی ہوگا۔

دفعتہً راجن اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر بائیں جانب لگے ہوئے ایک سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا اور تمبیلہ کے جسم میں سنسناہٹ پھیل گئی۔ راجن نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ اگر کبھی ماسٹر فیلٹی کا مکان خطرے میں پڑ گیا تو وہ اس سوئچ بورڈ کے نیلے بٹن کو دبا دے گا۔ اس طرح سرنگ کے راستے میں دو جگہ رکھے ہوئے آتشگیر مادے پھٹ پڑیں گے اور چٹانیں ٹوٹ کر سرنگ کا راستہ بند کر دیں گی۔ اس طرح ماسٹر فیلٹی کے مکان کا پن چکی سے رابطہ ختم ہو جائے گا اور پھر بلگار نوی ملٹری کے فرشتے بھی پن چکی تک نہ پہنچ سکیں گے اور نشرگاہ اپنا کام کرتی رہے گی۔ ہاں اس کے بعد اتنا فرق ضرور پڑ جائے گا کہ پھر وہ پن چکی میں آمد و رفت کے لیے عام راستہ استعمال کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

راجن کو سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کر یہ ساری باتیں تمبیلہ کے ذہن میں چکرا گئیں۔

یہ ایک نازک ترین لمحہ تھا۔

میجر پرمود نے پہلے تو کوشش کی تھی کہ دوسرا کرنل خفیہ نشرگاہ کے بارے میں بتا دے لیکن جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کچھ معلوم ہونا مشکل ہے تو پرمود کی ٹامی گن نے دو ہلکے برسٹ اور مارے۔ دوسرے کرنل اور اجنبی کے جسم بھی چھلنی ہو گئے۔

اسی وقت کچھ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں آئیں اور ٹامی گن کا رُخ دروازے کی طرف ہو گیا۔ پرمود اس وقت بڑا خونخوار نظر آ رہا تھا۔ مقابلے پر جب بلگاریہ کے دشمن ہوں تو اس کی یہی حالت ہوتی تھی۔

دروازہ کھلا اور پھر ٹامی گن کے ایک ہی برسٹ میں دروازے پر تین لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

پرمود نے جست لگائی اور میز کے عقب میں کرنلوں کی کرسیوں کے پیچھے پہنچ گیا۔ اب وہ کسی قدر محفوظ پوزیشن میں تھا۔ اب اگر دروازے کی طرف سے اس پر فائرنگ کی جاتی تو وہ زیادہ بہتر طریقے پر مقابلہ کر سکتا تھا۔ اسے توقع تھی کہ کوئی نہ کوئی ادھر آئے گا ضرور اور اسی لیے اسے اس جگہ رکنا تھا۔ اسے یہاں کے ریکارڈ کی حفاظت کرنا تھی۔ اس کا خیال تھا کہ الماریوں میں ریکارڈ ہی ہو سکتا تھا۔ اسی ریکارڈ پر قابض ہونے کے لیے اس نے ملٹری کے ریڈ سے پہلے اس مکان میں گھسنے کا خطرہ مول لیا تھا۔

گولیاں چلنے کی آوازیں برابر آ رہی تھیں۔ ان میں مشین گنوں کا شور بھی واضح طور پر سنائی دے رہا تھا۔

اچانک پھر دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر جیسے ہی ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا پرمود کی ٹامی گن نے تھوڑے سے شعلے اگل دیے اس آدمی کے پیچھے دو ایک اور بھی تھے۔ انھوں نے جو اپنے ساتھیوں کا یہ انجام ہوتے دیکھا تو اتنی تیزی سے پیچھے ہٹ گئے کہ پرمود کی ٹامی گن کا دوسرا برسٹ خالی گیا۔ اب دروازے پر چار اور کمرے میں تین لاشیں پڑی تھیں۔

اچانک باہر سے کئی فائر کیے گئے۔ پرمود زہریلے سے انداز میں ہنس دیا کیونکہ گولیاں اس کی مخالف سمت میں دیوار سے ٹکرائی تھیں۔ فائرنگ سامنے آئے بغیر کی گئی تھی اس لیے گولیوں کا حشر اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ دیوار سے سر پھوڑیں۔

بہرحال پرمود پوری طرح محتاط تھا۔ یہ بات ممکن تھی کہ تھوڑی سی گولیاں ضائع کرنے کے بعد وہ پرمود پر چڑھ دوڑنے کے لیے بے تحاشا اندر گھستے چلے آتے۔

اب پرمود نے محسوس کیا کہ گولیاں مکان کے اندر بھی چل رہی تھیں۔ غالباً ملٹری کے کچھ جاں باز اندر گھس آنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

دفعتہً پرمود نے دروازے کی آڑ سے ایک ہاتھ کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔ ظاہر ہے کہ وہ ہاتھ خالی نہ رہا ہو گا لیکن اس سے پہلے کہ وہ ایک بھی گولی چلا سکتا پرمود کی ٹامی گن سے کچھ گولیاں جیسے تڑپ کر نکلیں۔ ہاتھ کے چیتھڑے اُڑ گئے اور ایک چیخ سنائی دی۔ ریوالور وہیں دروازے پر گر گیا۔

پرمود اس مقابلے میں بھی مصروف تھا اور خفیہ نشرگاہ کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔ اس کی تلاش کے لیے اسے اس کمرے سے نکلنا پڑتا اور اسے یہ ہرگز منظور نہیں تھا۔ یہاں کے ریکارڈ کی حفاظت اہم تھی۔ اسی کی خاطر تو پرمود نے شیر کی کچھار میں تنِ تنہا گھس پڑنے کا فیصلہ کیا تھا ورنہ ملٹری ریڈ ہی کافی ہوتی۔

اس ریڈ کا انتظام پرمود نے آج صبح ہی کرلیا تھا اور اس آپریشن کے انچارج میجر کو سختی سے تاکید کی تھی کہ وہ ٹھیک سات بجے حملہ شروع کرے۔ پرمود کو اپنے اوپر اعتماد تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ سات بجے تک اندرونی صورتِ حال کو اپنے قابو میں کرلے گا اور ایسا ہی ہوا بھی تھا۔

پرمود کو یہ توقع بھی تھی کہ ملٹری آپریشن بہت آسانی سے کامیاب ہوجائے گا لیکن اس کی یہ توقّع پوری نہیں ہوسکی تھی۔ مکان والوں نے اس قسم کی صورتِ حال پیش آنے کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا تھا اور غالباً وہ اس قسم کی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھے ورنہ یہ مقابلہ اتنی دیر تک جاری نہ رہتا۔

ستائیس منٹ کے ہولناک معرکے کے بعد کہیں جاکر آپریشن اپنے اختتام کو پہنچا۔

یہ مکان عموماً سناٹے میں ڈوبا رہتا تھا لیکن اب پتا چلا کہ وہاں ان دونوں کرنلوں اور ماسٹر فیٹی کے علاوہ بائیس آدمی تھے جن میں سے صرف چار آدمیوں کی گرفتاری ممکن ہوئی تھی اور باقی آخر دم تک مقابلہ کرتے رہے تھے۔ ماسٹر فیٹی بھی گرفتار کیا جاچکا تھا۔ وہ مجرّد طور پر زندگی بسر کررہا تھا۔ اس کے کچھ دوسرے عزیز بھی تھے لیکن وہ اس مکان میں نہیں رہتے تھے۔

مگر سارے مکان میں وہ خفیہ نشرگاہ کہیں بھی نہیں تھی۔ راجن، شہنیلا اور اس دوسری عورت کا بھی کہیں پتا نہ تھا اور آپریشن کا انچارج میجر اس بات پر بضد تھا کہ مکان سے کوئی بھی فرار نہیں ہوسکا۔

اب یہ فطری بات تھی کہ پرمود کسی خفیہ راستے کے امکان کا جائزہ لیتا۔

آدھے گھنٹے کی تگ و دو کے بعد وہ تہ خانے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس تہ خانے کا خفیہ راستہ کرنلوں ہی کے

کسوٹی

لیڈی کیشیئر نے ایک دن اپنے مالک سے کہا۔ ”میرا خیال ہے سر کہ اب میں اپنی کشش کھوتی جارہی ہوں۔“

”تمھیں یہ احساس کیوں ہوا؟“ مالک نے پوچھا۔

”اس لیے کہ اب لوگ ریزگاری لے کر اسے گننے بھی لگے ہیں۔“

کمرے میں تھا۔ تہ خانے میں پہنچنے کے بعد وہ دروازے سے سرنگ میں داخل ہوگئے۔

اب پرمود بےچینی سی محسوس کرنے لگا۔ یہ صاف ظاہر ہوچکا تھا کہ وہ خفیہ نشرگاہ اس مکان کی بجائے کہیں اور رہی تھی جہاں تک پہنچنے کے لیے اس سرنگ کو استعمال کیا جاتا تھا۔ اس وقت آٹھ بجے تھے۔ گویا خفیہ نشرگاہ کے پروگرام کے خاتمے کا وقت گزرے آدھا گھنٹہ ہوچکا تھا لیکن راجن وغیرہ اس سرنگ کے راستے واپس نہیں لوٹے تھے۔ یہ بات اس امکان کی طرف اشارہ کرتی تھی کہ خفیہ نشرگاہ کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہوگا اور غالباً راجن کو خطرے کی اطّلاع مل گئی ہوگی اس لیے وہ اس دوسرے راستے سے نکل گیا ہوگا۔

پرمود نے فوراً ایک ملٹری آفیسر کو گلپوش ہوٹل کی طرف روانہ کردیا۔ اسے راجن اور شہنیلا کے کمروں کے نمبر بتانے کے بعد ہدایت کی گئی کہ ان کمروں میں جو بھی ملے اسے گرفتار کرلیا جائے۔

ملٹری آفیسر کو ادھر روانہ کرنے کے بعد پرمود سرنگ میں داخل ہوا۔ آپریشن انچارج اور چند سپاہی اس کے ساتھ تھے وہ ٹارچ کی روشنی میں بڑھتے رہے۔ پرمود دیکھ رہا تھا کہ سرنگ کے کنارے کنارے بجلی کے تار بچھے ہوئے تھے۔ چند منٹ تک چلتے رہنے کے بعد وہ اس جگہ تک پہنچ گئے جہاں آگے کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا البتّہ سرنگ میں بچھے ہوئے تار ایک سوراخ سے وہ دوسری طرف نکل گئے تھے۔

”اس کا مطلب ہے یہاں کوئی خفیہ راستہ ہوگا۔“ انچارج بڑبڑایا۔

پرمود نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور اِدھر اُدھر کی دیواریں ٹٹولنے لگا۔

بیس منٹ کی کوشش کے بعد وہ یہاں کے خفیہ میکنزم کو بھی تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا اور اس میکنزم کو حرکت

دیتے ہی ایک خلا ظاہر ہوگیا۔
پرمود کا قدم اس کی طرف اٹھا ہی تھا کہ میجر نے اس کا بازو پکڑ لیا۔
"کیوں؟" پرمود نے اس کی طرف دیکھا۔
"احتیاط ضروری ہے۔" میجر نے مدھم لہجے میں کہا۔
پرمود دھیرے سے ہنس دیا اور پھر بولا "یہاں میدان صاف ہی ملے گا میجر! اگر خفیہ نشرگاہ کا سامان بھی مل جائے تو غنیمت ہے۔ اتنا وقت گزر چکا ہے کہ اب یہاں سے تو کچھ ہاتھ لگنا مشکل ہی ہوگا۔"
میجر خاموش ہوگیا اور پرمود کے پیچھے وہ سب بھی دوسری طرف پہنچ گئے۔ وہاں انھیں گول زینے نظر آئے۔
متجسّس نظر سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد پرمود ان زینوں کی طرف بڑھا۔ ساتھ میں جو سپاہی تھے جن کے پاس رائفلیں تھیں اور وہ پوری طرح چوکنّا تھے۔ میجر نے بھی ریوالور سنبھال رکھا تھا لیکن پرمود کے ہاتھ میں صرف ٹارچ تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اب یہاں کسی خطرے سے دوچار ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اوپر بھی سنّاٹا محسوس ہو رہا تھا۔
اور جب وہ اوپر پہنچے تو پرمود کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔
یہاں دو لاشیں پڑی تھیں، راجن اور شہنیلا کی لاشیں!
راجن کے سینے پر تین اور شہنیلا کے دو گولیاں لگی تھیں۔ شہنیلا ایک کرسی سمیت لڑھکی پڑی تھی اور راجن ایک طرف کی دیوار پر لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے نیچے پڑا تھا۔ راجن کے چہرے پر مرنے کے بعد بھی حیرت کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔
دوسری عورت کا کہیں پتا نہ تھا لیکن چشم زدن میں ساری بات پرمود کی سمجھ میں آگئی کیونکہ فرش پر خون سے لکھا ہوا تھا۔
"ل... ب"
پرمود کے ذہن میں لیڈی بلیک کا نام گونج گیا اور اسے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ وہ کسی طرح راجن اور شہنیلا کا اعتماد حاصل کر لینے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ وہ اس طرح یہاں تک پہنچ سکی اور پھر اس نے ان دونوں کو ٹھکانے لگا دیا۔
"آپ یہاں رکیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔" پرمود نے میجر سے کہا۔
"یہ لام بے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟" میجر بڑبڑایا۔
لیکن پرمود اسے جواب دیے بغیر زینوں سے نیچے پہنچا۔ یہاں سرنگ کے راستے کے علاوہ ایک دروازہ موجود تھا، بہت پرانا اور دیمک لگا ہوا دروازہ! پرمود اسے کھول کر باہر پہنچا۔
کھلے آسمان کے نیچے آتے ہی سردی کی ایک لہر سی اس کے جسم میں دوڑ گئی۔
تاریکی اور سنّاٹا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ قرب و جوار میں آبادی بالکل نہیں تھی۔
پرمود ایک طویل سانس لے کر واپس ہوا۔ اس کا کام بہرحال ختم ہو چکا تھا۔ خفیہ نشرگاہ ملٹری کے قبضے میں تھی اور گوریلا ہیڈ کوارٹر تباہ ہو چکا تھا۔
پرمود کے خیال کے مطابق گوریلا ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ سے گوریلوں کے بارے میں قیمتی معلومات حاصل ہوتیں اور ان معلومات کی روشنی میں گوریلوں کا قلع قمع کرنا آسان ہو جاتا۔
پرمود کی یہ توقعات پوری ہوئیں۔ گوریلا ہیڈ کوارٹر کے ریکارڈ سے نہایت اہم معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ اس رات سے بلگارنوی ملٹری طوفانی رفتار سے حرکت میں آگئی۔ ایک ہفتے کے اندر اندر راجیشیا کی گوریلا جنگ مکمل شکست سے دوچار ہو چکی تھی۔
بے شمار گوریلے مارے گئے اور بے شمار پکڑے گئے۔ ایک شبہے کے مطابق کچھ گوریلے سرحد پار کر کے راجیشیا فرار ہو جانے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے۔
یہ ایک ہفتہ پرمود کے لیے بھی انتہائی مصروفیت کا ثابت ہوا تھا۔ گوریلوں کو پوری شدّت سے کچل دینے کی مہم میں اس نے اپنی فوج کو بھرپور مدد پہنچائی تھی۔
ماسٹر فیٹی کے سلسلے میں یہ راز فاش ہوا تھا کہ اس کی دُکان پر جو ڈاکا پڑا تھا وہ خود ماسٹر فیٹی کی سازش تھی۔ اسے ڈر تھا کہ بلگارنوی حکومت اس کی دولت پر قابض ہو جائے گی اس لیے اس نے "ڈاکے" کے ذریعے اپنی کافی دولت محفوظ کر لی جسے وہ آہستہ آہستہ راجیشیا اسمگل کر رہا تھا۔ جو لوگ اس کی دولت راجیشیا پہنچاتے تھے، ان کا کام یہ بھی تھا کہ وہاں سے وہ گوریلوں کے لیے ایمونیشن اسمگل اِن کریں۔
سات دن گزر جانے کے بعد وادی میں مکمل امن قائم ہو گیا۔ اس دوران میں پرمود وادی میں رہا تھا اور یہیں اس نے اپنے سیکشن انچارج کرنل ڈی کا ایک ریڈیائی پیغام بھی وصول کیا تھا۔ پیغام میں کرنل ڈی نے اسے اس شاندار کارنامے پر مبارکباد دی تھی۔

تمثیلہ نے بھی اس دوران میں رنگ نگر نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ابھی یہیں مقیم تھی لیکن اس نے اپنا ہوٹل تبدیل کر لیا تھا البتّہ آج وہ وادی سے روانگی کا پروگرام بنا چکی تھی۔

ان دنوں خوب ہی برفباری ہوئی تھی لیکن آج سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ مشرق سے اُبھر رہا تھا۔ تمثیلہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سورج تھوڑا سا اور ابھر آئے تو وہ یہاں سے روانہ ہو۔

اِس دوران میں اس نے اپنے اخبار کے لیے کافی مواد جمع کر لیا تھا لیکن سب سے زیادہ خوشی اسے اِس لیے تھی کہ اس مرتبہ اس نے لیڈی بلیک کی حیثیت سے پھر ایک شاندار کارنامہ انجام دیا تھا۔

راجن اور شنیلا کی موت اسے آج بھی یاد تھی۔ وہ لمحات بھی اس کے ذہن میں نقش ہو کر رہ گئے تھے جب اس نے راجن کو سوئچ بورڈ کی طرف بڑھتے دیکھ کر اچانک اپنا پستول نکال لیا تھا۔ جب اس نے راجن کو للکارا تھا تو راجن کی حالت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ یہی حالت شنیلا کی بھی ہوئی تھی لیکن راجن بہت زیادہ متحیّر ہو گیا تھا۔ حیرت اتنی شدید تھی کہ خوف کی کیفیّت اس میں دب کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اور مُنہ سے بے اختیار نکلا تھا "بس نگار!"

لیکن تمثیلہ نے اسے زیادہ باتوں کا موقع نہیں دیا تھا۔ دراصل وہ خود بھی اس سچویشن سے کسی قدر خائف ہو گئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ راجن کی کوئی عیّارانہ تدبیر اس کی فتح کو شکست میں نہ تبدیل کر دے۔ بس پھر اس نے پے در پے گولیاں چلا کر راجن اور شنیلا کو موت کی گود میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ تقریباً ایک ڈیڑھ منٹ تک ساکت کھڑی ان دونوں کی لاشوں کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہو۔ پھر دفعتہً وہ چونکی تھی اور اس نے سوچا تھا کہ اسے یہاں سے جلد از جلد چلا جانا چاہیے۔ پرمود کسی وقت بھی یہاں پہنچ سکتا تھا۔

اور پھر وہ نیچے آئی تھی، دروازہ کھولا تھا اور پن چکّی سے نکل کر تیز رفتاری سے ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

یہ سب کچھ اسے آج بھی اس طرح یاد تھا جیسے چند گھنٹے پہلے کی بات ہو۔

دوپہر کے قریب وہ رنگ نگر سے روانہ ہو گئی۔ اسے یہ ڈر بھی تھا کہ کسی جگہ پرمود سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔

اس نے شام تک سفر کیا اور پھر رات گزارنے کے لیے ایک ڈاک بنگلے میں رُک گئی لیکن یہ وہ ڈاک بنگلا نہیں تھا جہاں وہ وادی کی طرف آتے ہوئے رکی تھی اور جہاں اسے خطرناک حالات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

صبح اس نے پھر سفر شروع کر دیا اور دوپہر ہوتے ہوتے وادی کے کنارے پہنچ گئی۔ آج بھی اسے اس چیکنگ پوسٹ پر روک لیا گیا جہاں آتے ہوئے روکا گیا تھا۔

"اوہ... آپ!" لفٹیننٹ چونکا۔

یہ وہی لفٹیننٹ تھا جس نے وادی میں داخلے کے وقت تمثیلہ کے کاغذات چیک کیے تھے۔

تمثیلہ نے مسکرا کر اپنے کاغذات اس کی طرف بڑھائے۔

"اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں آپ کو پہچان گیا ہوں۔" لفٹیننٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ کو یاد ہو گا جب آپ یہاں سے وادی میں داخل ہوئی تھیں تو میں نے آپ سے کہا تھا، خدا کرے کہ آپ فرائض کی تکمیل کے لیے کٹھن منازل سے صحیح سلامت گزرتی رہیں اور میں آپ کو اسی راستے سے واپس جاتا ہوا بھی دیکھوں۔ عجیب اتفاق ہے کہ میری یہ بات پوری ہو گئی۔ میری ڈیوٹی یہاں شام کو ہوا کرتی تھی لیکن آج ہی سے ڈیوٹی کا وقت تبدیل ہوا ہے، شاید اسی لیے کہ میں آپ کو رخصت کر سکوں۔ اُمید ہے کہ آپ کامیاب لوٹی ہوں گی۔"

"بہت کامیاب۔" تمثیلہ نے مسکرا کر کہا۔ "مجھے اپنے اخبار کے لیے بہت کچھ مل گیا ہے۔ اچھّا اب اجازت۔"

"خدا حافظ۔"

تمثیلہ کی کار نے حرکت کی اور تیز ہوتی چلی گئی۔ ذرا ہی دیر بعد وہ درّے میں داخل ہو چکی تھی۔ اب اسے پرمود کا خدشہ باقی نہیں رہا تھا اور اسے وہ شام یاد آ رہی تھی جب اسی درّے سے گزر کر وہ وادی میں داخل ہوئی تھی۔ صرف وقت کا فرق تھا۔ اس دن شام ہو رہی تھی اور آج سورج نصف النّہار پر پہنچا ہوا تھا۔ دھوپ سارے درّے میں پھیلی ہوئی تھی۔